سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

حصہ اول

حیات و خدمات

حصہ دوم

اعتراضات و جوابات

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مکتبہ دار الایمان

نام کتاب ________ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

تالیف ________ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت ________ مئی 2026ء

بار اشاعت ________ اوّل

تعداد اشاعت ________ 1100

ناشر ________ مکتبہ دار الایمان

@darulimansgd

www.Darulimansgd.com

مکتبہ دار الایمان

دار الایمان (رجسٹرڈ)

0300-6623540 / 0321-6353540

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا اور مکتبہ دار الایمان کی طرف سے اس کتاب کو دینی اور دعوتی مقاصد کے لیے شائع اور تقسیم کرنے کی عام اجازت ہے بشرطیکہ کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے اور اشاعت سے قبل ادارہ سے اجازت لینا ضروری ہے

فہرست

پیشِ لفظ 11

﴿حصہ اول: حیات و خدمات﴾

خاندانی تعارف

والدین شریفین: 14
بشارت قبل از ولادت: 14
ولادت باسعادت: 16
اسمِ گرامی: 16
جنتی نام: 17
تحنیک (گھُٹی): 18
کان میں اذان: 18
حلق (سر منڈانا): 19
صدقہ: 19
عقیقہ: 20
ختنہ: 21

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے رشتہ محبوبیت

تعوّذ (شیطان سے اللہ کی پناہ): 22

مشابہت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: 22
مشابہت کا گہرا اثر: 23
اِظہار محبت: 23
بوسۂِ نبوی: 24
اھل بیت میں سے زیادہ محبوب: 25
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سے کھیلنا: 25
زبانِ نبوت کو چوسنا: 26
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت: 27
آغوشِ نبوت: 28
نماز میں شفقت: 29
نبوی تربیت: 30
شہزادوں کی کشتی: 31
بیعتِ تبرک: 31
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تعلیم: 32
آیۃ الکرسی کی فضیلت: 33
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت اور سرداری کے وارث: 34
دوشِ نبوت کا سوار: 35
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری: 36

ازواج واولاد

کثرت نکاح وطلاق: 38

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد: 38
ایک بیوی کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے محبت: 40

اوصاف وفضائل

امتیازی وصف: 42
حسنِ کلام: 42
ظرافت وخوش طبعی: 43
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی: 43
علم وحکمت: 45
ذکر اللہ کا معمول: 46
عظمتِ خداوندی کی تعلیم: 47
عبادتِ خداوندی: 48
فکرِ آخرت: 49
فحش گوئی سے اجتناب: 50
برائی کا بدلہ نیکی: 51
عاجزی وانکساری: 52
حلم وبردباری: 53
سخاوت: 56
لوگوں کی ضروریات پوری کرنا: 59
اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت: 60
دنیاوی سرداری: 61

اخروی سرداری: 62
دو پھول: 63
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کی ترغیب: 64
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کا نتیجہ: 64
فضائل سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بروایت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ: 65

عہد صدیقی میں

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت: 68
سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت: 68
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکرام: 69

عہد فاروقی میں

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ حقدار: 70
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پانچ پانچ ہزار دراہم کا وظیفہ: 72
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یمنی لباس کا ہدیہ: 72
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو مقدم رکھنا: 73
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری: 74
مدح عمر رضی اللہ عنہ بزبان حسن و علی رضی اللہ عنہما: 74

عہد عثمانی میں

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکرام: 76
خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا موقف: 76

دوران محاصرہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا موقف: 77
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا دفاعِ عثمان رضی اللہ عنہ: 79
جنازے میں شرکت: 80
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خواب: 81
مدح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بزبان سیدنا حسن رضی اللہ عنہ: 83

عہد مرتضوی میں

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکرام: 84
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ: 84
زہد و تقویٰ کی تلقین: 85
بیعت نہ کرنے والوں سے جنگ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ: 86
جنگ جمل کے بارے میں موقف: 87
جنگ صفین کے بارے میں موقف: 89
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وصیت: 91
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات: 94
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت: 95
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غسل، تدفین و جنازہ: 96
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے گمراہ لوگوں کو جواب: 96

خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

شہادتِ علی رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ: 98
شہادت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اثر: 99

مدتِ خلافت: 100

صلح حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کے اہم نکات

پس منظر: 101
1:سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت: 101
2:بیعت کی اہم شرائط: 102
3:لڑائی کا سدِ باب: 103
4:سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری: 104
5: صلح کی پیش کش: 104
6:تجاویز صلح کو قبول کرنا: 105
7:شرائطِ صلح: 107

عہد معاویہ میں

خلافت کی منتقلی: 111
خلافت سے دستبرداری؛سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زبانی: 112
صلح کے بعد باہمی تعلقات: 113

سفر آخرت

وفات سے قبل خواب: 116
آخری ایام: 117
ثواب کی امید کے ساتھ صبر کرنا: 119
وفات، جنازہ و تدفین: 119

﴿حصہ دوم: اعتراضات وجوابات﴾

اعتراض نمبر 1: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں

جواب: 123
تین عبارات: 124

اعتراض نمبر 2: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں شامل نہیں

جواب: 126
اہل بیت میں شامل ہونے کی صراحت: 127
اولاد ہونے کی صراحت: 128

اعتراض نمبر 3: مال کے لالچ میں صلح کرنا

پانچ جوابات: 130

اعتراض نمبر 4: خوف اور بزدلی کی وجہ سے صلح کرنا

تین جوابات: 135

اعتراض نمبر 5: صلح کا دھوکے پر مبنی ہونا

تین جوابات: 140

اعتراض نمبر 6: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا

جواب: 144
[1]: روایت کا ضعیف ہونا: 144

[2]:سند کا اضطراب: 145
[3]:متن میں نکارت: 145
قرائن اربعہ: 146

اعتراض نمبر7: کثرت سے طلاق دینا

جواب: 149

اعتراض نمبر8:حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار کرنا

جواب: 151

اعتراض نمبر9:جنازہ میں سات تکبیرات کہنا

جواب: 154

اعتراض نمبر10:سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شمار کرنا

جواب نمبر1: 156
جواب نمبر2: 158

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ رب العزت نے اپنے حبیبِ مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن نفوسِ قدسیہ سے نوازا، ان میں اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا مقام نہایت بلند اور منفرد ہے۔ یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں نسبی قرب کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت، نبوی شفقت اور براہِ راست فیضِ رسالت نصیب ہوا۔ انہی مقدس نفوس میں سرِ فہرست نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ذاتِ گرامی ہے، جن کی حیاتِ طیبہ علم، حلم، زہد، عبادت، سخاوت اور امت کی خیر خواہی کا حسین مرقع ہے۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی سے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی، زبانِ رسالت سے فیض حاصل کیا اور اخلاق و کردار میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کا شرف پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف اہلِ بیت میں محبوب ترین ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے صبر، حکمت اور اتحاد کا ایک روشن نمونہ بھی ہیں۔ بالخصوص آپ کی وہ تاریخی صلح، جس کے ذریعے امت کو خونریزی سے بچایا گیا، رہتی دنیا تک حکمت و بصیرت کی عظیم مثال کے طور پر یاد رکھی جائے گی۔

زیرِ نظر کتاب "سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما" میں آپ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف گوشوں کو ترتیب وار پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

1: حیات و خدمات

2: اعتراضات کے جوابات

پہلے حصے میں خاندانی تعارف، ولادت، نام و نسب اور ابتدائی احوال کو ذکر کیا گیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے تعلقِ محبت، تربیت اور خصوصی شفقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ کے اوصاف

و فضائل، ازواج و اولاد، اور مختلف ادوارِ خلافت —بالخصوص عہدِ صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد مرتضوی اور عہد معاویہ رضی اللہ عنہم —میں آپ کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ آپ کی خلافت، صلحِ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کے اہم نکات، اور اس کے پس منظر کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، تاکہ قارئین اس عظیم واقعہ کی حقیقت اور حکمت کو بخوبی سمجھ سکیں۔ آخر میں آپ کی وفات، جنازہ اور تدفین کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں آپ کی ذاتِ گرامی پر کیے جانے والے قدیم و جدید مختلف اعتراضات کا علمی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور ان کے مدلل اور محققانہ جوابات بھی پیش کیے گئے ہیں تاکہ حق واضح ہو اور شبہات کا ازالہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی سیرتِ طیبہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ أَجْمَعِیْنَ۔

محتاجِ دعا

سرپرست: مرکز اھل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

بدھ: 11-ذوالقعدہ 1447ھ، 29-اپریل 2026ء

﴿حصہ اول﴾

حیات وخدمات

خاندانی تعارف

والدین شریفین:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورة الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هٰذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِيْ فِي دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ اکر فرمایا: جو شخص مجھ سے، ان دونوں سے، ان کے والد (علی رضی اللہ عنہ) اور ان کی والدہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے محبت رکھے گا، وہ قیامت کے دن میرے (قریب کے) درجے میں میرے ساتھ ہو گا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اہل بیت کی محبت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، اور اہل بیت سے محبت ایمان کا لازمی حصہ ہے۔
2) اہل بیت سے محبت کرنے والا قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین درجات میں ہو گا، جو محبت کا عظیم اجر ہے۔
3) اہل بیت کی محبت دین کے اہم ارکان میں سے ہے اور یہ محبت ایمان کی تجدید اور تقویت کا باعث بنتی ہے۔
4) اسلامی معاشرت میں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

بشارت قبل از ولادت:

امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی رحمہ اللہ (ت 317ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی: رقم الحدیث: 3733 باب امرہ بسدا الابواب الا باب علی رضی اللہ عنہ

قَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ كَأَنَّ فِي بَيْتِي عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِكَ فَقَالَ: خَيْرًا رَأَيْتِ! تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلَامًا تُرْضِعِينَهُ بِلَبَنِ ابْنِكِ قُثَمَ. فَوَلَدَتِ الْحَسَنَ فَأَرْضَعْتُهُ بِلَبَنِ قُثَمٍ. [2]

ترجمہ: حضرت اُمُّ الفضل رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے گھر میں آپ کے جسم کا کوئی حصہ ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا، اور تم اسے اپنے بیٹے قُثَم کے دودھ سے دودھ پلاؤ گی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو میں نے انہیں قُثَم کے دودھ سے دودھ پلایا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا نام لبابہ بنت الحارث تھا، آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت میمونہ بنت الحارث رجی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ اس نسبت سے رشتہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی اور خواہر نسبتی لگتی تھیں۔
2) حضرت قُثَم، اُمُّ الفضل رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔
3) یہ محاوراتی انداز ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے: "اسی دودھ سے جو میرے بیٹے قُثَم کی ولادت کی وجہ سے میرے جسم میں آیا تھا۔" یہ مطلب نہیں کہ دودھ قُثَم کا تھا، دودھ عورت کا ہوتا ہے، مرد یا بچے کا نہیں۔
4) اُمُّ الفضل نے پہلے قُثَم کو دودھ پلایا، اس لیے ان کے دودھ کو "لبن قُثَم" یعنی "قُثَم کا دودھ" کہا گیا۔
5) جب انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا، تو کہا گیا: "أَرْضَعْتُهُ بِلَبَنِ قُثَمٍ" یعنی "میں نے اسے قُثَم کے دودھ سے دودھ پلایا۔

---

[2] معجم الصحابہ: رقم الحدیث: 1989

ولادت باسعادت:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

مَوْلِدُهُ: فِي شَعْبَانَ سَنَةَ ثَلَاثٍ مِنَ الْهِجْرَةِ وَقِيْلَ: فِي نِصْفِ رَمَضَانِهَا. [3]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت 3 ہجری کے شعبان میں ہوئی اور بعض روایات کے مطابق اسی سال کے نصف رمضان (15 رمضان) کو ہوئی۔

اسم گرامی:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَرُوْنِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: حَرْبًا، قَالَ: بَلْ هُوَ حَسَنٌ. [4]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (میرے بیٹے) حسن کی پیدائش ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کو بچے کی پیدائش کی خبر معلوم ہوئی تو) تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا تو دکھاؤ، آپ نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کی: "حرب" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، (بلکہ) اس کا نام "حسن" ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہر پہلو میں حجت ہے۔

2) خوشی میں شریک ہونا سنتِ نبوی ہے۔

3) اچھے معنیٰ والا نام رکھنا سنت ہے۔

---

[3] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص 326

[4] مسند احمد: حدیث نمبر: 769

4) بڑوں کی رائے قبول کرنا عین ادب ہے۔

جنتی نام:

امام ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَمْ يَكُونَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. [5]

ترجمہ: حضرت عمران بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے ہیں اور یہ دونوں نام زمانۂ جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے تھے۔

امام ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْمُفَضَّلِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى حَجَبَ اسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَتّٰى سَمّٰى بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ. [6]

ترجمہ: حضرت مفضل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے نام چھپا کر رکھے تھے (یعنی پہلے کسی کے دل میں یہ نام رکھنے کا خیال پیدا نہیں فرمایا) یہاں تک کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) ان دونوں ناموں کا تعلق پاکیزگی اور جنتی صفات سے ہے، جیسا کہ ان کے معانی ظاہر کرتے ہیں۔

2) یہ نام وحی و الہام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائے گئے، اور اس سے پہلے عرب معاشرے میں یہ نام معروف نہ تھے۔

---

[5] اسد الغابہ: ج1 ص516

[6] اسد الغابۃ: ج1 ص507

تحنیک (گھٹی):

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

فَحَنَّكَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِيْقِهِ . [7]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے خاص محبت تھی۔
2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن برکت، شفا اور خیر کا ذریعہ ہے۔
3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ نومولود کو گھٹی دی جائے۔
4) گھٹی کا اثر طبیعت و مزاج پر پڑتا ہے، گھٹی کے لیے صحیح العقیدہ شخصیت کا انتخاب کرنا چاہیے۔

کان میں اذان:

امام ابو داود سلیمان بن الاشعث بن اسحاق السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ . [8]

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن ابو رافع نے اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں نماز والی اذان دی۔

---

[7] البدایہ والنہایہ: ج4 ص422 باب ذکر من توفی فی ہذہ السنّۃ من الاعیان الحسن بن علی بن ابی طالب

[8] سنن ابی داود: رقم الحدیث: 5105 باب فی المولود یؤذن فی اُذنہ

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نومولود کے دائیں کان میں نماز والی اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا سنت نبوی ہے۔

2) یہ اذان نومولود کی روحانی حفاظت میں مفید اور شیطانی اثرات سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

حلق (سر منڈانا):

امام ابوعبد اللہ محمد بن سعد بن منیع المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَلَقَتْ حَسَنًا وَحُسَيْنًا يَوْمَ سَابِعِهِمَا. [9]

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساتویں دن حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا سر منڈوایا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نومولود کا ساتویں دن سر منڈوانا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔

2) اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا ہر عمل سنت نبوی کے عین مطابق ہوتا تھا۔

3) اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی پیروی، سنتوں کو زندہ کرنے کا ذریعہ ہے۔

صدقہ:

امام شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَزَنَتْ فَاطِمَةُ شَعْرَ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَأُمِّ كُلْثُومٍ فَتَصَدَّقَتْ

---

[9] معجم الصحابۃ: ج2 ص8

بِزِنَتِهِ فِضَّةً.[10]

ترجمہ: حضرت جعفر الصادق رحمہ اللہ نے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے بالوں کا وزن کیا، پھر اس وزن کے برابر (اللہ کے نام) چاندی صدقہ کی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نومولود کے بال منڈوا کر ان کا وزن کرنا اور اس کی مقدار کے برابر چاندی یا اس کی قیمت صدقہ دینا دینی تعلیمات کا حصہ ہے۔

2) بچوں کی ولادت پر شکرانے کے طور پر صدقہ دینا باعثِ برکت ہے۔

عقیقہ:

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: عَقَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ. [11]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے کے طور پر دو؛ دو؛ دنبوں کی قربانی دی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نومولود کی ولادت کے بعد عقیقہ کرنا دینی تعلیمات کا حصہ ہے۔

---

[10] سیر اعلام النبلاء: ج2 ص329 ترجمة الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

[11] سنن النسائی: رقم الحدیث 4224

2) بچوں کی پیدائش پر قربانی شکر اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔

3) لڑکے کے عقیقے میں دو دنبے قربان کرنا سنت سے ثابت ہے۔

4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کے عقیقے خود ادا کیے، جو ان سے محبت کی دلیل ہے۔

ختنہ:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: عَقَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ. [12]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا ختنہ بھی کیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) ختنہ؛ دینی تعلیمات کا حصہ ہے۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ختنہ جیسے کاموں کی نگرانی کی، جو والدین کی ذمہ داری کو ظاہر کرتا ہے۔

3) ختنہ طبّی اعتبار سے بھی بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

---

[12] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج8 ص324 باب السلطان یکرہ علی الاختان وما ورد فی الختان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ محبوبیت

تعوّذ (شیطان سے اللہ کی پناہ):

امام ابو داود سلیمان بن الاشعث بن اسحاق السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ . [13]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسوں، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما، کو یہ دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے: أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ . (میں آپ دونوں کو اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر شیطان سے، ہر زہریلے جانور سے اور ہر نظر بد سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں)

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) دم / تعویذ کرنا بشرطیکہ غلط کفریہ و شرکیہ الفاظ پر مشتمل نہ ہوں، جائز ہیں۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی روحانی حفاظت کے لیے دم اور دعا کا باقاعدہ اہتمام فرماتے تھے۔

مشابہت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ . [14]

---

[13] سنن ابی داود: رقم الحدیث 4737

[14] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3752 باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہیں تھا۔

مشابہت کا گہرا اثر:

امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ: بِأَبِي شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ، وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ. [15]

ترجمہ: عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا کی، پھر باہر نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپ نے انہیں اپنے کندھے پر اٹھایا اور فرمایا: "میرے والد تم پر قربان، تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت (زیادہ) رکھتے ہو، علی کی نہیں۔" (یہ منظر دیکھ کر) یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔

فقہ الاحادیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔
2) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت تھی۔
3) بچوں سے شفقت، کھیل میں دلچسپی اور محبت کا اظہار اسلامی معاشرت کا حصہ ہے۔
4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں باہمی محبت، مزاح اور احترام کا رشتہ پایا جاتا تھا۔

اِظہار محبت:

امام ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

---

[15] صحیح البخاری رقم الحدیث: 3542 باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلًا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلٰى عَاتِقِهِ وَلُعَابُهُ يَسِيْلُ عَلَيْهِ . [16]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے اور ان کا لعاب (رال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہہ رہا تھا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے محبت فرماتے تھے۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی جسمانی کمزوری یا فطری امور کو ناپسند نہیں فرماتے تھے۔

3) حذاف طبیعت امور پر تحمل کا مظاہرہ کرنا اور غصہ کا اظہار نہ کرنا سنت عمل ہے۔

بوسۂ نبوی:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ . [17]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ اس وقت اقرع بن حابس تمیمی وہاں موجود تھے، انہوں نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی کبھی (اتنی زیادہ محبت سے) بوسہ نہیں دیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

---

[16] مسند احمد: ج9 ص309 رقم الحدیث: 9741

[17] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5997 باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) اپنے بچوں سے محبت کے اظہار میں بوسہ دینا سنتِ نبوی ہے۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے رحم طبیعت کو قابلِ اصلاح سمجھ کر اصلاح فرمائی۔

اھل بیت میں سے زیادہ محبوب:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ: ادْعِي لِي ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ. [18]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کے اہلِ بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں (کی خوشبو) کو سونگھتے اور ان کو اپنے سینے سے لگا لیتے تھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے بچوں سے محبت صرف زبانی نہیں، بلکہ عملی اظہار (ان سے خوشبو کو سونگھنا، گلے لگانا) پر مشتمل تھی۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محبت امت کے لیے اخلاقی اور تربیتی نمونہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سے کھیلنا:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم النیشابوری رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

---

[18] جامع الترمذی: رقم الحدیث: 3772باب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ هٰذَا الرَّجُلَ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ مَا يَصْنَعُ رَأَيْتُ الْحَسَنَ فِي حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْخِلُ لِسَانَهُ فِي فَمِهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ. [19]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ہمیشہ اس شخص (حسن رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا رہوں گا، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھے، اپنی انگلیاں آپ کی مبارک داڑھی میں ڈال رہے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال رہے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو آپ بھی اس سے محبت رکھیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کو عمل اور دعا دونوں سے ظاہر فرمایا۔
2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی فطری حرکات کو محبت سے برداشت اور قبول فرماتے تھے۔
3) دعا "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ" حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی محبوبیت و مقبولیت کا ثبوت ہے۔

زبانِ نبوت کو چوسنا:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: بَيْنَمَا الْحَسَنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطِشَ فَاشْتَدَّ ظَمَأُهُ فَطَلَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً فَلَمْ يَجِدْ فَأَعْطَاهُ لِسَانَهُ فَمَصَّهُ حَتّٰى رَوِيَ. [20]

---

[19] المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص161 رقم الحدیث: 4844

[20] کنز العمال: ج13 ص281 رقم الحدیث 37655

ترجمہ: حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی سفر میں) تھے (راستے میں) انہیں شدید پیاس لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے پانی تلاش کیا مگر نہ ملا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے زبان کو چوسا یہاں تک کہ خوب سیر اب ہو گئے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سیر ابی ملنا آپ کے جسمِ اطہر کی برکت کا عظیم معجزہ ہے۔
2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اہلِ بیت کے لیے نہ صرف روحانی، بلکہ جسمانی کفالت و تسکین کا بھی سرچشمہ تھی۔
3) زبان نبوت سے سیر ابی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور قدر و منزلت کی دلیل ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا. [21]

ترجمہ: حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما کھیلتے ہوئے) آئے، انہوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں، وہ چلتے اور گر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے یہ منظر دیکھا تو) منبر سے نیچے تشریف لائے، ان دونوں کو اٹھایا اور

---

[21] جامع الترمذی: رقم الحدیث: 3774

اپنے پاس بٹھا دیا، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ﴿ اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ﴾ (یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہوئے گر رہے تھے تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات روک دی اور انہیں اٹھالیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے موقع پر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی محبت میں توقف فرمایا۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اولاد کی شفقت اتنی قوی تھی کہ اس نے آپ کو گفتگو موقوف کرنے پر آمادہ کر دیا۔

3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے اس منظر کو تعبیر فرما کر عملی تفسیر پیش کی۔

آغوشِ نبوت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلٰى فَخِذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلٰى فَخِذِهِ الْاٰخَرُ ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا [22]

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی ران پر بٹھاتے اور حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھا کر دونوں کو اپنے ساتھ لگالیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے: اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[22] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6003

1) چھوٹے بچوں کو اپنی ران پر بٹھانا محبت کے اظہار کا نبوی طریقہ ہے۔

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو مساوی محبت دینا آپ کے عدل کو ظاہر کرتا ہے۔

نماز میں شفقت:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ وَهُوَ حَامِلُ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلّٰى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا. قَالَ أَبِي: رَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ فِي سُجُودِيْ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَيِ الصَّلَاةِ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحٰى إِلَيْكَ؟ قَالَ: كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلٰكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ. [23]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شداد رحمہ اللہ، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عصر یا ظہر کی نماز میں سے کسی ایک نماز کے لیے تشریف لائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن یا حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں آئے، اور بچے کو نیچے رکھ کر نماز کے لیے تکبیر کہی۔ نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سجدہ بہت طویل کر دیا۔ میرے والد کہتے ہیں: میں نے سر اُٹھا کر دیکھا، تو دیکھا کہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں، تو میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو لوگوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ نے دورانِ نماز ایک سجدہ بہت طویل کر دیا، حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی غیر معمولی

[23] مسند احمد: ج18 ص612 رقم الحدیث 27519

واقعہ پیش آ گیا ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے؟ فرمایا: "ایسا کچھ نہیں تھا، بلکہ میرا بیٹا (نواسہ) میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا، تو میں نے یہ ناپسند کیا کہ اُسے جلدی اُتار دوں، یہاں تک کہ وہ خود اتر جائے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عام امتی کی نماز سے بہت مختلف تھی اس جیسے مشفقانہ واقعات سے آپ کی توجہ الی اللہ میں کمی نہیں آتی تھی۔
2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی فطری حرکات پر ناراضی کی بجائے نرمی اور حکمت سے پیش آتے تھے۔

نبوی تربیت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ كِخْ كِخْ أَمَا تَعْرِفُ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ . [24]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی زبان میں فرمایا: ''کِخْ کِخْ'' (یعنی: نکالو! نکالو!)، پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) صدقہ اہلِ بیت کے لیے جائز نہیں۔
2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو بھی شریعت کی باریکیوں کا شعور دیا۔
3) بچپن ہی سے اہلِ بیت اطہار کی خاص تربیت کی گئی۔

[24] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3072

4) امت کو بھی یہی تعلیم ہے کہ اپنی اولاد کو حلال و حرام کی تمیز سکھائیں۔

5) تربیت کا انداز نہایت نرم، شفقت آمیز ہونا چاہیے۔

شہزادوں کی کشتی:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :اِتَّحَدَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُولُ: هَيَّ يَا حَسَنُ خُذْ يَا حَسَنُ ! فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: تُعِينُ الْكَبِيرَ؟قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ يَقُولُ: خُذْ يَا حُسَيْنَ . [25]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: "آؤ، حسن! لے لو، اے حسن"!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا آپ بڑے بیٹے کی مدد کر رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جبرائیل علیہ السلام کہہ رہے ہیں: لے لو، اے حسین"!

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی دل جوئی اور تربیت کو خوش دلی سے کرتے تھے۔

2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ گھر کے معاملات میں بھی عدل اور تربیت پر نظر تھی۔

3) جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی رہنمائی کا ذکر فرمایا، جو تربیتِ نبوی میں الہامی پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔

بیعتِ تبرک:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

---

[25] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص137

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ عَنْ أَبِيهِ:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَايَعَ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَهُمْ صِغَارٌ لَمْ يَبْلُغُوا قَالَ: وَلَمْ يُبَايِعْ صَغِيرًا إِلَّا مِنَّا. [26]

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن، حسین، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے بیعت لی، حالانکہ وہ اس وقت کمسن (چھوٹی عمر کے) تھے۔ راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خاندان کے سوا کسی اور بچے سے بیعت نہیں لی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) یہ بیعت کسی شرعی ذمہ داری کی بنیاد پر نہیں تھی، بلکہ محض برکت کے حصول کے لیے تھی۔

2) اس روایت سے اہل بیت کی تربیت اور روحانی مقام معلوم ہوتا ہے۔

3) بچوں کو دینی ماحول سے جوڑنے اور محبت آمیز تربیت کی ترغیب سمجھ میں آتی ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تعلیم:

امام ابو داود سلیمان بن الاشعث بن اسحاق السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ قَالَ ابْنُ جَوَّاسٍ: فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ: اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ . [27]

ترجمہ: حضرت ابو الحوراء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی

[26] المعجم الکبیر: ج2ص239رقم الحدیث:2774

[27] سنن ابی داود: رقم الحدیث 1425 باب قنوت فی الوتر

اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات سکھائے، جو میں وتر میں پڑھوں۔ ابن جوّاس نے کہتے ہیں: قنوتِ وتر میں (یہ دعا پڑھنی ہے): "اے اللہ! مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں (شامل فرما کر) جنہیں آپ نے ہدایت دی، اور مجھے عافیت دے ان لوگوں میں جنہیں آپ نے عافیت دی، اور میرا والی بن جا ان لوگوں میں جن کے آپ والی بنے، اور جو کچھ آپ نے مجھے عطا کیا اس میں میرے لیے برکت دے، اور مجھے اس چیز کے شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ فرمایا، بے شک آپ فیصلے فرماتے ہیں اور آپ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور جس کا تو ولی بن جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا، اور جس سے تو دشمنی کرے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا، اے ہمارے رب! تو بابرکت اور بلند و برتر ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) بچوں کو چھوٹی عمر میں دین کی تعلیم دینا نبوی سنت تھی۔

2) وتر کی قنوت میں دعا اللہ سے ہدایت، عافیت، اور حفاظت کی جامع درخواست ہے۔

3) دعا میں اللہ کی قدرت اور فیصلوں پر ایمان کا اظہار ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حَسَنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ فِي ذِمَّةِ اللهِ إِلَى الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى . [28]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی، وہ اگلی نماز تک (بفضل اللہ) اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[28] المعجم الکبیر: ج2 ص212 رقم الحدیث: 2676

1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کی اہمیت بیان فرمائی۔

2. فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اگلی فرض نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت اور سرداری کے وارث:

امام ابو بکر بن ابی عاصم الشیبانی رحمہ اللہ (ت 287ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَمَامَ أَبَاهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَتِهِ الَّتِيْ مَاتَ فِيْهَا فَقَالَتْ: تُوَرِّثُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللهِ شَيْئًا؟ فَقَالَ: أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِيْ وَسُؤْدُدِيْ وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُوْدِيْ . [29]

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو لے کر ان دنوں میں حاضر ہوئیں جن دنوں میں آپ مرض الوصال میں مبتلا تھے۔ آپ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن؛ میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین؛ میری جراءت اور سخاوت کا وارث ہے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا .فَقَالَتْ: ابْنَاكَ وَابْنَايَ انْحِلْهُمَا .قَالَ: نَعَمْ أَمَّا الْحَسَنُ فَقَدْ نَحَلْتُهُ حِلْمِي وَهَيْبَتِي وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَقَدْ نَحَلْتُهُ نَجْدَتِي وَجُودِي. قَالَتْ: رَضِيتُ يَا رَسُولَ اللهِ . [30]

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا؛ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو

[29] الآحاد والمثانی: ص75 رقم الحدیث: 408 باب من ذکر الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

[30] تاریخ دمشق، ج:14، ص:129

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور کہا: یہ آپ کے بھی بیٹے ہیں اور میرے بھی، آپ ان کو کوئی تحفہ عطا فرمادیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! حسن کو میں نے اپنی بردباری اور وقار عطا کیا، اور حسین کو میں نے اپنی بہادری اور سخاوت عطا کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یارسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں۔

فقہ الحدیث:

ان دو حدیثوں سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی اعلیٰ صفات معلوم ہوتی ہیں
2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کا خصوصی تعلق ظاہر ہوتا ہے۔
3) انبیاء کرام علیہم السلام کی مالی میراث جاری نہیں ہوتی۔
4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اولاد میں مال وزر کے بجائے روحانی اوصاف کو منتقل فرمایا۔

دوشِ نبوت کا سوار:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ ٱلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَىٰ عَاتِقِهِ فَقَالَ رَجُلٌ: نِعْمَ ٱلْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ! فَقَالَ ٱلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَنِعْمَ ٱلرَّاكِبُ هُوَ. [31]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اس پر ایک شخص نے کہا: اے بچے! کیا ہی بہترین سواری ہے جس پر تم سوار ہو! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور یہ (حسن) بہترین سوار ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[31] جامع الترمذی: رقم الحدیث 3784 باب ان الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنّة

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عزت اور مقام معلوم ہوتا ہے۔

2) والدین کی اولاد کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کی دلیل ہے۔

3) اظہار محبت کی خاطر بچوں کو کندھوں پر سوار کرنا تقویٰ کے منافی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری:

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِنَا. قَالَ: فَتُلُقِّيَ بِي وَبِالْحَسَنِ أَوْ بِالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَحَمَلَ أَحَدَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْآخَرَ خَلْفَهُ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ. [32]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم استقبال کے لیے حاضر ہوتے۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور حسن یا حسین (رضی اللہ عنہما) استقبال کے لیے پہنچے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ایک کو اپنے آگے (سامنے) بٹھالیا اور دوسرے کو اپنے پیچھے (سواری پر) بٹھالیا، اسی حالت میں ہم مدینہ میں داخل ہوگئے۔

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِيَاسٌ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ قُدْتُ بِنَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بَغْلَتَهُ الشَّهْبَاءَ حَتَّى أَدْخَلْتُهُمْ حُجْرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا قُدَّامَهُ وَهٰذَا خَلْفَهُ. [33]

ترجمہ: حضرت ایاس رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو اُن کی سفید خچر پر سوار کروایا، اور اس کی لگام پکڑ کر لے چلا، یہاں تک کہ میں نے

[32] صحیح مسلم: رقم الحدیث 6269 باب من فضائل عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

[33] صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6260 باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں داخل کر دیا۔ ان میں سے ایک آپ کے آگے تھا اور دوسرا پیچھے۔

امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ: وَإِنَّهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِيْ إِلَيْهِ فَحَمَلَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِأَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَأَرْدَفَهُ خَلْفَهُ قَالَ: فَأُدْخِلْنَا الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ وَاحِدَةٍ. [34]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو اپنے اہلِ بیت کے بچوں کا استقبال کرتے۔ (ایک مرتبہ) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، تو مجھے سب سے پہلے آپ کے پاس لایا گیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں (حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہما) میں سے ایک کو لایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ یوں ہم تینوں ایک ہی سواری پر مدینہ میں داخل ہوئے۔

فقہ الاحادیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں خاص طور پر بچوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔

2) اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی عزت و احترام عمل نبوی سے ثابت ہے۔

3) سفر سے واپسی پر بچوں کا استقبال کرنا اچھا عمل ہے۔

[34] صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6268 باب فضائل عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

ازواج واولاد

کثرت نکاح وطلاق:

امام شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ مُنْكَاحًا مُطَلَّاقًا تَزَوَّجَ نَحْوًا مِنْ سَبْعِيْنَ امْرَأَةً وَقَلَّمَا كَانَ يُفَارِقُهُ أَرْبَعُ ضَرَائِرَ. [35]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ (کثرت سے) نکاح کرنے والے اور (زیادہ) طلاق دینے والے (مشہور) تھے۔ انہوں نے تقریباً ستر عورتوں سے نکاح کیا اور شاذونادر ہی ایسا ہوتا کہ ان کے ساتھ بیک وقت چار بیویاں نہ ہوتیں۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا زَالَ حَسَنٌ يَتَزَوَّجُ وَيُطَلِّقُ حَتّٰى خَشِيْتُ أَنْ يَّكُوْنَ يُوَرِّثُنَا عَدَاوَةً فِي الْقَبَائِلِ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ! لَا تُزَوِّجُوهُ فَإِنَّهُ مُطَلَّاقٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ هَمْدَانَ: وَاللهِ لَنُزَوِّجَنَّهُ فَمَا رَضِيَ أَمْسَكَ وَمَا كَرِهَ طَلَّقَ. [36]

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد (محمد بن علی الباقر) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نکاح کرتے رہے اور طلاق دیتے رہے، یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ قبائل کے درمیان ہمارے لیے دشمنی نہ پیدا کردیں۔ اے اہلِ کوفہ! حسن کو نکاح کے لیے کوئی اپنی بیٹی نہ دے، کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں۔

تو قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے کہا: واللہ! ہم ضرور ان کو اپنی بیٹیاں نکاح کے لیے دیں گے، اگر وہ کسی بیوی کو پسند کریں گے تو اپنے پاس رکھیں گے، اور اگر ناپسند کریں گے تو طلاق دے دیں گے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد:

امام شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[35] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص332

[36] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص340

بَنُو الْحَسَنِ هُمْ: الْحَسَنُ وَ زَيْدٌ وَ طَلْحَةُ وَ الْقَاسِمُ وَ أَبُو بَكْرٍ وَ عَبْدُ اللهِ فَقُتِلُوا بِكَرْبَلَاءَ مَعَ عَمِّهِمِ الشَّهِيدِ. وَ عَمْرُو وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ الْحُسَيْنُ وَ مُحَمَّدٌ وَ يَعْقُوبُ وَ إِسْمَاعِيلُ فَهٰؤُلَاءِ الذُّكُورُ مِنْ أَوْلَادِ السَّيِّدِ الْحَسَنِ. وَلَمْ يُعَقِّبْ مِنْهُمْ سِوَى الرَّجُلَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ الْحَسَنِ وَزَيْدٍ. [37]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد: حسن، زید، طلحہ، قاسم، ابو بکر، اور عبد اللہ۔ یہ سب کربلا میں اپنے چچا (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان کے علاوہ عمرو، عبد الرحمٰن، حسین، محمد، یعقوب اور اسماعیل، یہ تمام سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ان میں سے صرف دو بیٹے (حسن اور زید) کی آگے اولاد ہوئی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (ت 230ھ) لکھتے ہیں:

فَوَلَدَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: مُحَمَّدًا الْأَصْغَرَ وَجَعْفَرًا وَحَمْزَةَ وَفَاطِمَةَ دَرَجُوا وَأُمُّهُمْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ. وَمُحَمَّدًا الْأَكْبَرَ وَبِهِ كَانَ يُكْنَى وَالْحَسَنَ وَامْرَأَتَيْنِ هَلَكَتَا وَلَمْ تَبْرُزَا وَأُمُّهُمْ خَوْلَةُ بِنْتُ مَنْظُورٍ. وَزَيْدًا وَأُمَّ الْحَسَنِ وَأُمَّ الْخَيْرِ وَأُمُّهُمْ أُمُّ بَشِيرٍ بِنْتُ أَبِي مَسْعُودٍ. وَإِسْمَاعِيلَ وَيَعْقُوبَ وَجَارِيَتَيْنِ هَلَكَتَا وَأُمُّهُمْ جَعْدَةُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ الْكِنْدِيِّ. وَالْقَاسِمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعَبْدَ اللهِ قُتِلُوا مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَلَا بَقِيَّةَ لَهُمْ وَأُمُّهُمْ أُمُّ وَلَدٍ تُدْعَى بُقَيْلَةَ. وَحُسَيْنًا الْأَثْرَمَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَأُمَّ سَلَمَةَ وَأُمُّهُمْ أُمُّ وَلَدٍ تُدْعٰى ظَمْيَاءَ.

وَعُمَرَ لَا بَقِيَّةَ لَهُ وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ. وَأُمَّ عَبْدِ اللهِ وَهِيَ أُمُّ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، وَأُمُّهَا أُمُّ وَلَدٍ تُدْعَى صَافِيَةَ. وَطَلْحَةَ لَا بَقِيَّةَ لَهُ وَأُمُّهُ أُمُّ إِسْحَاقَ بِنْتُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ. وَعَبْدَ اللهِ الْأَصْغَرَ وَأُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ سُبَيْعِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. [38]

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد یہ ہے: محمد اصغر، جعفر، حمزہ اور فاطمہ؛ یہ سب بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت الفضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم تھیں۔ محمد اکبر؛ (انہی کی کنیت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ مشہور تھے) حسن (المثنّٰی)، اور دو بیٹیاں قبل از بلوغ بچپن میں فوت ہو گئیں، ان کی والدہ

[37] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص347

[38] الطبقات الکبریٰ: ج6 ص352 رقم الترجمہ 1373

خولہ بنت منظور تھیں۔ زید، ام الحسن، ام الخیر؛ ان کی والدہ ام بشیر بنت ابو مسعود تھیں۔ اسماعیل، یعقوب اور دو بیٹیاں جن کا بچپن میں انتقال ہو گیا؛ ان کی والدہ جعدہ بنت اشعث بن قیس بن معدی کرب الکندی تھیں۔ قاسم، ابو بکر اور عبد اللہ؛ یہ سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی نسل باقی نہ رہی۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں جن کا نام بقیلہ تھا۔ حسین اثرم، عبد الرحمٰن اور ام سلمہ؛ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں جن کا نام ظمیاء تھا۔ عمر؛ ان کی نسل باقی نہ رہی، اور اس کی والدہ بھی ایک کنیز تھیں۔ ام عبد اللہ؛ یہی امام محمد باقر رحمہ اللہ کی والدہ تھیں، اور ان کی والدہ ایک کنیز تھیں جن کا نام صافیہ تھا۔ طلحہ؛ ان کی نسل باقی نہ رہی، اور ان کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان التیمی تھیں۔ عبد اللہ اصغر؛ ان کی والدہ زینب بنت سبیع بن عبد اللہ تھیں۔

نوٹ: آسانی کے پیش نظر آپ کی اولاد اور ازواج کے نام جدول میں ذکر کرتے ہیں۔

نمبر شمار	زوجہ	بیٹے	بیٹیاں
1	ام کلثوم بنت فضل بن عباس	محمد اصغر، جعفر، حمزہ	فاطمہ
2	خولہ بنت منظور	محمد اکبر، حسن (المثنیٰ)	قبل از بلوغ دو بیٹیاں فوت ہو گئیں
3	ام بشیر بنت ابو مسعود	زید	ام الحسن، ام الخیر
4	جعدہ بنت اشعث	اسماعیل، یعقوب	دو بیٹیاں بچپن میں فوت ہو گئیں
5	بُقَیلہ (کنیز)	قاسم، ابو بکر، عبد اللہ	
6	ظمیاء (کنیز)	حسین اثرم، عبد الرحمٰن	ام سلمہ
7	صافیہ (کنیز)		ام عبد اللہ
8	ام اسحاق بنت طلحہ	طلحہ	
9	زینب بنت سبیع	عبد اللہ اصغر	

ایک بیوی کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے محبت:

امام ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف المِزّی رحمہ اللہ (ت 742ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ رَحِمَهُ اللهُ: تَزَوَّجَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ خَوْلَةَ بِنْتَ مَنْظُورٍ فَبَاتَ لَيْلَةً عَلَى سَطْحِ

أَجِمٍ فَشَدَّتْ خِمَارَهَا بِرِجْلِهِ وَالطَّرَفَ الْآخَرَ بِخُلْخَالِهَا فَقَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: خِفْتُ أَنْ تَقُومَ مِنَ اللَّيْلِ بِوَسَنِكَ فَتَسْقُطَ فَأَكُونَ أَشْأَمَ سَخْلَةٍ عَلَى الْعَرَبِ فَأَحَبَّهَا فَأَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعَةَ أَيَّامٍ. [39]

ترجمہ: حضرت ابنِ ابی مُلیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خولہ بنت منظور رحمہا اللہ سے نکاح کیا، تو ایک رات وہ ایک چھت پر سوئے۔ سیدہ خولہ نے اپنے دوپٹے کا ایک سرا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے اور دوسرا، سرا اپنے پازیب سے باندھ دیا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ رات کو نیند سے بیدار ہوئے تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ سیدہ خولہ نے عرض کی: مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپ نیند کی حالت میں اٹھیں اور (چھت سے) گر جائیں، تو میں عرب کی سب سے منحوس عورت ہو جاتی۔ (یہ سن کر) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان سے (دیگر ازواج کی بنسبت زیادہ) محبت ہو گئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سات دن انہیں کے پاس قیام فرمایا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) بیوی اپنے شوہر کی راحت کا خیال رکھے۔

2) شوہر بھی بیوی کی محبت کی قدر دانی کرے۔

3) اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کی گھریلو زندگی بھی ہمارے لیے مکمل نمونہ ہے۔

[39] تہذیب الکمال: ج6 ص236

اوصاف و فضائل

امتیازی وصف:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ هٰذَا الإِمَامُ سَيِّداً وَسِيْمًا جَمِيْلًا عَاقِلًا رَزِيْنًا جَوَادًا مُمَدَّحًا خَيِّرًا دَيِّنًا وَرِعًا مُحتشِمًا كَبِيرَ الشَّأْنِ. [40]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ امام، سردار، خوش شکل، خوب صورت، عقل مند، سنجیدہ، سخی، ہر دل عزیز، نیک، دین دار، پرہیز گار، باوقار اور عظیم المرتبت تھے۔

حسنِ کلام:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: مَا تَكَلَّمَ عِنْدِي أَحَدٌ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ إِذَا تَكَلَّمَ أَلَّا يَسْكُتَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. [41]

ترجمہ: حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میرے سامنے جب بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما گفتگو کرتے، تو ان سے بڑھ کر مجھے کوئی اور شخص محبوب نہ ہوتا۔ مجھے خواہش رہتی کہ وہ کبھی خاموش نہ ہوں۔

فقہ الحدیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ ظاہری و باطنی اوصاف سے مالا مال تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت سے بھی خوب نوازا تھا۔

---

[40] سیر اعلام النبلاء: ج4ص131

[41] البدایہ والنہایہ: ج4ص428

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فصاحت و بلاغت ان کا اندازِ بیان دلوں کو مسخر کر لیتا تھا۔

3) تابعین اور اہلِ علم، اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔

ظرافت وخوش طبعی:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ شَدَّادٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كُنْتُ أُلَاعِبُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِالْمَدَاحِي فَكُنْتُ إِذَا أَصَبْتُ مِدْحَاتَهُ يَقُوْلُ لِيْ: يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَرْكَبَ بَضْعَةً مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَإِذَا أَصَابَ مِدْحَاتِي قَالَ لِيْ: أَمَا تَحْمَدُ اللهَ أَنْ تَرْكَبَكَ بَضْعَةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ [42]

ترجمہ: حضرت سلمان بن شداد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ مداحی (یعنی گولی نما پتھروں) سے کھیلا کرتا تھا۔ جب میں حضرت حسن یا حضرت حسین سے جیت جاتا تو وہ مجھ سے کہتے: کیا آپ کے لیے یہ درست ہے کہ آپ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہو جاؤ؟ اور جب وہ جیت جاتے، تو کہتے: کیا آپ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ آپ کے کندھوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے سوار ہوں؟

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی معصومانہ ہنسی مذاق اور کھیل کود ان کی بچپن کی خوشیوں کو ظاہر کرتا ہے۔
2. تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنی خاندانی حیثیت خود بیان کی جاسکتی ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی:

محمد سلیمان الطیب المصری حکایت نقل کرتے ہیں:

[42] تاریخ دمشق: ج13 ص239

أَنَّ هٰذَاالیَهُودِيَّ الَّذِي يَعْتَرِضُ عَلَى الْحَسَنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا رَاٰهُ يَرْتَدِي مَلَابِسَ فَاخِرَةً، وَذَكَرَ لَهُ حَدِيثَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ : فَكَيْفَ يَتَنَعَّمُ الْحَسَنُ فِي الدُّنْيَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَيَشْقَى اَلْيَهُودِيُّ وَهُوَ كَافِرٌ؟ وَلِمَاذَا لَا يَكُونُ حَالُهُمَا بِالْعَكْسِ إِذَا كَانَ حَدِيثُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَادِقًا؟ سُؤَالَ يُرِيْدُ بِهِ إِحْرَاجَ الْحَسَنِ مِنْ جِهَةٍ، وَتَشْكِيْكَهُ فِي حَدِيثِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِهَةٍ أُخْرٰى.وَلٰكِنَّ الْحَسَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ حَاضِرَ الْبَدِيهَةِ فَأَجَابَ بِجَوَابٍ مُقْنِعٍ مُفْحِمٍ حَيْثُ أَوْضَحَ لَهُ أَنَّ حَالَتَهُ الَّتِي يَشْكُو مِنْهَا هِيَ كَالْجَنَّةِ بِالنِّسْبَةِ لِعَذَابِ الْآخِرَةِ الَّذِيْ أُعِدَّ لِلْكَافِرِيْنَ، وَأَنَّ حَالَةَ الْحَسَنِ الَّتِي ظَنَّهَا نَعِيمًا إِنَّمَا هِيَ كَالسِّجْنِ بِالنِّسْبَةِ لِنَعِيْمِ الْجَنَّةِ الَّذِي أُعِدَّ لِلْمُتَّقِينَ . [43]

ترجمہ: ایک یہودی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عمدہ لباس پہنے دیکھا اور اعتراض کیا کہ آپ دنیا میں خوشحال ہیں حالانکہ آپ مؤمن ہیں اور میں دکھ سہہ رہا ہوں حالانکہ میں کافر ہوں۔ اس نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا: "دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے"۔ پھر اس نے سوال کیا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر ہمارا حال اس کے برعکس کیوں ہے؟ یہ سوال ایک طرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو شرمندہ کرنے اور دوسری طرف حدیث کو مشکوک ٹھہرانے کی کوشش تھی۔

لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نہایت حاضر دماغ تھے، انہوں نے مؤثر اور فیصلہ کن جواب دیا کہ تمہاری دنیاوی مشکلات آخرت کے عذاب کے مقابلے میں جنت کی مانند ہیں، اور میری دنیاوی نعمتیں جنت کی نعمتوں کے سامنے قید خانہ کی مانند ہیں۔ (یعنی جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آخرت میں تیار کی ہیں اگر تم انہیں دیکھ لو تو تم سمجھ جاؤ گے کہ میری دنیاوی حالت جیل کی طرح ہے اور جو عذاب اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا ہے اگر تم اسے دیکھ لو تو تم سمجھ جاؤ گے کہ تم اس وقت بڑی وسیع جنت میں ہو۔)

اس حکایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

[43] موسوعۃ القبائل العربیۃ: ج11ص159

1) یہ گفتگو مومنین کو صبر و تقویٰ اور دنیاوی راحتوں میں کمی کے باوجود آخرت کی خوشیوں کی طرف بلاتی ہے۔
2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حدیث کی حجیت کا علمی دفاع کیا۔
3) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے علم مناظرہ کے مختلف اصولوں کو ملحوظ رکھ کر گفتگو فرمائی ہے:

1: **دلیل بالمآل:** یعنی نتیجے کو بنیاد بنا کر اپنے مؤقف کو دلیل سے واضح کرنا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں کے انجام اور اس کا لازمی نتیجہ ملحوظ رکھ کر جواب دیا۔ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آخرت میں تیار کی ہیں اگر تم انہیں دیکھ لو تو سمجھ جاؤ گے کہ میری دنیاوی حالت جیل کی طرح ہے اور جو عذاب اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا ہے اگر تم اسے دیکھ لو تو سمجھ جاؤ گے کہ تم اس وقت بڑی وسیع جنت میں ہو۔

2: "اَلْاِسْتِدْلَالُ بِالتَّشَابُهِ بَيْنَ شَيْئَيْنِ لِلتَّوَصُّلِ إِلٰى حُكْمٍ ". یعنی دو چیزوں کا آپس میں موازنہ کر کے کسی نتیجے پر پہنچنا۔ اب سمجھیے!

یہودی کا اعتراض: "آپ مؤمن ہو کر خوشحال ہیں، میں کافر ہو کر تنگ حال، تو حدیث کے خلاف کیوں؟"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جواب: میری یہ دنیا، آخرت کی جنت کے مقابلے میں قید خانہ ہے، اور تمہاری دنیا آخرت کے عذاب کے مقابلے میں جنت ہے۔

3: **قلب السوال:** یعنی سوال کا رخ پلٹنا:

یہودی نے اس حدیث کو بنیاد بنا کر مشکوک قرار دینے کے لیے اعتراض کیا، لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کا صحیح مفہوم ذکر فرما کر حدیث کو معتبر قرار دیا۔

علم و حکمت:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَقَالَ هُشَيْمٌ: لَمَّا سَلَّمَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَمْرَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ قَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِالنَّخِيلَةِ: قُمْ فَتَكَلَّمْ ! فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَكْيَسَ الْكَيْسِ التُّقٰى وَإِنَّ أَعْجَزَ الْعَجْزِ الْفُجُورُ أَلَا ! وَإِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ الَّذِي اخْتَلَفْتُ فِيهِ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ

حَقٌّ لِامْرِئٍ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنِّي أَوْ حَقٌّ لِي تَرَكْتُهُ لِمُعَاوِيَةَ إِرَادَةَ إِصْلَاحِ الْمُسْلِمِينَ وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ . [44]

ترجمہ: حضرت شعبی رحمہ اللہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صلح کی (ہشیم کہتے ہیں: جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت کا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا)، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نخیلہ کے مقام پر ان سے کہا: کھڑے ہو کر خطاب کیجیے۔ چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالی کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: امابعد! سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے، اور سب سے زیادہ بے وقوف وہ ہے جو گناہ میں پڑ جائے۔ یاد رکھو! یہ معاملہ (خلافت) جس میں میرا اور (حضرت) معاویہ کا اختلاف تھا، یا تو کسی ایسے شخص کا حق تھا جو مجھ سے زیادہ اس کا حقدار تھا، یا یہ میرا حق تھا جسے میں نے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے خون ریزی سے بچنے کی غرض سے (حضرت) معاویہ کے سپرد کر دیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تقویٰ کو عقل مندی کی علامت قرار دیا۔

2) گناہ کو سب سے بڑی بے عقلی قرار دیا۔

3) مسلمانوں کی باہمی خونریزی کا عملی سدِ باب کیا۔

4) اپنی خلافت امت کی اصلاح کے وسیع تر مفاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔

5) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے صحابہ کرام واہل بیت عظام کے مابین باہمی تعلقات میں شیر و شکر ہونے کا علمی ثبوت فراہم کیا۔

ذکر اللہ کا معمول:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: وَاللهِ! مَا قَامَتِ النِّساءُ عَنْ مِثْلِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ

[44] السنن الکبریٰ: ج8 ص170 رقم الحدیث 16712

اللهُ عَنْهُ وَقَالَ غَيْرُهُ: كَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذا صَلَّى الغَداةَ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِ مَنْ يَجْلِسُ مِنْ سَادَاتِ النّاسِ، يَتَحَدَّثُوْنَ عِنْدَهُ.ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَدْخُلُ عَلٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَرُبَّمَا أَتْحَفْنَهُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ إِلٰى مَنْزِلِهِ .[45]

ترجمہ: ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:" خدا کی قسم! عورتوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما جیسا کوئی پیدا ہی نہیں کیا۔ ان کے علاوہ کسی اور نے یہ بھی کہا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا فرماتے، تو اپنی جائے نماز پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جاتا۔ اس دوران لوگوں کے بڑے بڑے سردار ان کے پاس آکر بیٹھتے اور ان کے ساتھ گفتگو کرتے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھتے اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے، ان کو سلام کرتے، اور کبھی وہ آپ کو کچھ تحفہ بھی عطا فرماتیں۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس تشریف لے جاتے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نماز فجر کے بعد ذکر اللہ میں مشغول رہنا اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات میں شامل ہے۔

2) آپ کی شخصیت کا غیر معمولی رعب اور ہر عام و خاص کے دل میں آپ کی بے پناہ محبوبیت و مقبولیت ثابت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے سردار خود آکر مجلس میں شریک ہوتے۔

3) آپ کا امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ احترام کا تعلق امت کو ان کی عظمت کا سبق دیتا ہے۔

4) اس روایت میں خاندانی شرافت، مجلس علم و ذکر اور معاشرتی آداب تینوں کی جھلک موجود ہے۔

عظمتِ خداوندی کی تعلیم:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (ت 230ھ) لکھتے ہیں:

---

[45] البدایہ والنہایہ: ج4ص426

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَحِمَهُ اللهُ: أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ: سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللهِ الْأَعْظَمِ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. [46]

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سورج طلوع ہوتا تو حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جو بھی سنے، وہ اللہ کی عظمت کے ساتھ حمد وثناء کرے جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) اس دعا میں خدا کی توحید، مالکیتِ کاملہ اور قدرتِ مطلقہ جیسے عقائد کا جامع بیان موجود ہے۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عبادت گزاری، ذکر وفکر، اور توحیدی تعلیمات سے وابستگی ظاہر ہوتی ہے۔

عبادتِ خداوندی:

امام ابو بکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم العبسی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُمِّ إِسْحَاقَ بِنْتِ طَلْحَةَ رَحِمَهَا اللهُ قَالَتْ: كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَأْخُذُ نَصِيبَهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَكَانَ الْحُسَيْنُ يَأْخُذُ نَصِيبَهُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ. [47]

ترجمہ: ام اسحاق بنت طلحہ رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رات کے پہلے حصے میں عبادت فرماتے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصے میں عبادت (نوافل، دعا ومناجات) فرمایا کرتے تھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[46] المصنف لابن ابی شیبہ: ج7 ص99

[47] المصنف لابن ابی شیبۃ: ج2 ص174

1) اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم عبادتِ خداوندی میں شب بیدار رہتے تھے۔

2) عبادات میں تقسیمِ وقت اور حُسنِ ترتیب ملحوظ ہونی چاہیے۔

فکرِ آخرت:

امام ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ صَدَقَةَ بْنِ الْمُثَنّٰى رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ: أَنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بِالْمَدَائِنِ بَعْدَ قَتْلِ عَلِيٍّ فَخَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ! إِنَّ كُلَّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيبٌ وَإِنَّ أَمْرَ اللهِ وَاقِعٌ إِذْلَالُهُ وَإِنْ كَرِهَ النَّاسُ وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَحْبَبْتُ... قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ. فَإِنِّي وَاللهِ مَا أَحْبَبْتُ أَنْ أَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَزِنُ مِثْقَالَ حَبَّةِ خَرْدَلٍ يُهْرَاقُ فِيهَا مِحْجَمَةٌ مِنْ دَمٍ مُنْذُ عَقَلْتُ مَا يَنْفَعُنِي مِمَّا يَضُرُّنِي فَالْحَقُوا بِمَطِيَّتِكُمْ. [48]

ترجمہ: حضرت صدقہ بن مثنیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے دادا نے مجھے بتایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ مدائن میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس جمع ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے خطاب کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا: "اما بعد! یقیناً ہر آنے والی چیز قریب ہے، اور اللہ کا فیصلہ ضرور واقع ہو کر رہے گا، چاہے لوگوں کو پسند ہو یا نہ ہو۔ اور اللہ کی قسم! میں نے (جیسا کہ محمد بن عبید اللہ نے روایت کیا) اس بات کو کبھی پسند نہیں کیا کہ میں امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت کا کوئی بوجھ اٹھاؤں، خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، ایسا بوجھ جس میں خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے۔ جب سے میں نے سمجھنا شروع کیا ہے کہ میرے لیے کیا نفع بخش ہے اور کیا نقصان دہ، میں نے کسی بھی معاملے میں خون بہانے کو ناپسند کیا ہے۔ لہٰذا تم اپنے راستے کی طرف لوٹ جاؤ۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[48] فضائل الصحابۃ: ص773 رقم الحدیث: 1364 باب فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اقتدار کے بجائے امن کو ترجیح دی۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا زُہد و تقویٰ اقتدار سے بے رغبتی ظاہر ہوتی ہے۔

فحش گوئی سے اجتناب:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: مَا تَكَلَّمَ عِنْدِي أَحَدٌ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ إِذَا تَكَلَّمَ أَلَّا يَسْكُتَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَمَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةَ فُحْشٍ قَطُّ إِلَّا مَرَّةً فَإِنَّهُ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ خُصُومَةٌ فَقَالَ: لَيْسَ لَهُ عِنْدَنَا إِلَّا مَا رَغِمَ أَنْفُهُ فَهٰذِهِ أَشَدُّ كَلِمَةِ فُحْشٍ سَمِعْتُهَا مِنْهُ قَطُّ. [49]

ترجمہ: حضرت عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: میرے سامنے کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جس کی گفتگو مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ پسند ہو، جب آپ بولتے تو میرا دل چاہتا کہ آپ کبھی خاموش نہ ہوں۔ میں نے سوائے ایک مرتبہ کے کبھی ان کی زبان سے کوئی سخت بات نہیں سنی: (وہ ایک موقع یہ تھا کہ) جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور عمرو بن عثمان کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمارے نزدیک اس کے لیے وہی ہے جو اس کی ناک کو خاک آلود کرے۔" اور یہ ان کی زبان سے سنی جانے والی سب سے سخت بات تھی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) انسان کی گفتگو سنجیدہ، لہجہ خیر خواہانہ ہونا چاہیے۔

2) زبان کو فحش گوئی سے بچانا چاہیے۔

3) شدتِ بیان کی بھی ایک حد ہونی چاہیے۔

---

[49] البدایہ والنہایہ، ج4 ص428

4) یہ روایت آپ کے حلم، بردباری اور اعلیٰ اخلاق کا روشن ثبوت ہے۔

برائی کا بدلہ نیکی:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي صَالِحِ بْنِ سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَ يُبْغِضُ عَلِيًّا فَقُطِعَ بِهِ فَلَمْ يَكُنْ لَهُ زَادٌ وَلَا رَاحِلَةٌ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى بَعْضِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ: عَلَيْكَ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: مَا لَقِيتُ هٰذَا إِلَّا فِي حَسَنٍ وَأَبِي حَسَنٍ! فَقِيلَ لَهُ: فَإِنَّكَ لَا تَجِدُ خَيْرًا إِلَّا مِنْهُ فَأَتَاهُ فَشَكَا إِلَيْهِ، فَأَمَرَ لَهُ بِزَادٍ وَرَاحِلَةٍ...... قِيلَ لِلْحَسَنِ: أَتَاكَ رَجُلٌ يُبْغِضُكَ وَيُبْغِضُ أَبَاكَ فَأَمَرْتَ لَهُ بِزَادٍ وَرَاحِلَةٍ؟ قَالَ: أَفَلَا أَشْتَرِي عِرْضِي مِنْهُ بِزَادٍ وَرَاحِلَةٍ؟ [50]

ترجمہ: حضرت ابو صالح بن سلیمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی علاقے سے ایک شخص آیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا، (راستے میں) اس کا سامان ختم ہو گیا، نہ کوئی کھانا رہا نہ سواری۔ اس نے اہلِ مدینہ میں سے کسی سے اپنی ضرورت کا تذکرہ کیا، تو اس نے کہا: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ۔ اس شخص نے کہا: یہ آزمائش بھی مجھے حسن اور ان کے والد علی کی وجہ سے پہنچی ہے! اس سے کہا گیا: بھلائی بھی تمہیں انہی سے ملے گی۔ چنانچہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اپنی حالت بیان کی۔ آپ نے اس کے لیے سامان سفر اور سواری مہیا کر دی... پھر کسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ایک ایسا شخص آیا جو تم سے اور تمہارے والد سے بغض رکھتا ہے، آپ نے اسے زاد راہ اور سواری عطا کر دی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں سامان سفر اور سواری دے کر اپنی عزت نہیں بچا سکتا؟" (یعنی مال دے کر میں اپنی اور والد کی عزت کو محفوظ رکھ لوں تو یہ سودا سستا ہے)

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. سخاوت سے دشمن کو بھی محروم نہیں کرنا چاہیے۔

---

[50] تاریخ دمشق، ج13 ص247

2. حسن سلوک سے دل بدلتے ہیں دشمنی ختم اور دوستی پیدا ہوتی ہے۔
3. اپنی عزت کو مال سے محفوظ کرنا عقلمندی ہے۔
4. ذاتی عزت کا بدلہ تحمل، درگزر اور احسان سے لینا چاہیے۔

عاجزی وانکساری:

امام زین الدین عبد الرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی رحمہ اللہ (ت 795ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ رَحِمَهُ اللهُ فِي وَصْفِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي أَيَّامِ خِلَافَتِهِ: كَانَ يُعَظِّمُ أَهْلَ الدِّينِ وَيُحِبُّ الْمَسَاكِينَ. وَمَرَّ ابْنُهُ الْحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَى مَسَاكِينَ يَأْكُلُونَ فَدَعَوْهُ فَأَجَابَهُمْ وَأَكَلَ مَعَهُمْ وَتَلَا: ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾ [النحل: ٢٣] ثُمَّ دَعَاهُمْ إِلَى مَنْزِلِهِ فَأَطْعَمَهُمْ وَأَكْرَمَهُمْ. [51]

ترجمہ: ضرار بن مرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ؛ اپنی خلافت کے زمانے میں دین داروں کی تعظیم کیا کرتے اور مساکین سے محبت رکھتے تھے۔ ایک دن ان کے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کچھ فقیروں کے پاس سے گزرے جو کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلایا، تو آپ رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا معنیٰ یہ ہے: بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ نے ان مساکین کو اپنے گھر مدعو کیا، انہیں کھلایا اور ان کی عزت افزائی فرمائی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب اقتدار ہونے کے باوجود دین داروں اور مساکین سے محبت فرماتے تھے۔
2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں بھی وہی مزاج منتقل ہوا تھا۔

---

[51] اختیار الاولیٰ فی شرح حدیث اختصام الملا الاعلیٰ: ج1 ص98

3) دعوت دینے والا فقیر ہو تب بھی قبول کر لینا حسن اخلاق کی علامت ہے۔

4) کھانے کے دوران قرآن کی آیت پڑھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تکبر سے براءت کا اعلان فرمایا۔

5) آپ نے مساکین کو حقیر نہیں سمجھا بلکہ ان کو اپنے گھر مدعو کر کے حسنِ سلوک کا بہترین بدلہ عطا فرمایا۔

حلم و بردباری:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

1: عَنْ رُزَيْقِ بْنِ سَوَّارٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كَانَ بَيْنَ الحَسَنِ وَمَرْوَانَ كَلَامٌ فَأَغْلَظَ مَرْوَانُ لَهُ وَالحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَاكِتٌ. فَامْتَخَطَ مَرْوَانُ بِيَمِينِهِ فَقَالَ الحَسَنُ: وَيْحَكَ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ اليَمِيْنَ لِلْوَجْهِ وَالشِّمَالَ لِلْفَرْجِ؟ أُفٍّ لَكَ! فَسَكَتَ مَرْوَانُ. [52]

ترجمہ: رُزَیق بن سوّار رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی۔ مروان نے سخت کلام کیا، مگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ مروان نے اپنا ناک دائیں ہاتھ سے صاف کیا، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تیرا ناس ہو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دایاں ہاتھ چہرے کے لیے ہے، اور بایاں ہاتھ ستر (یعنی ناپاکی کی جگہ) کے لیے مخصوص ہے؟" یہ سن کر مروان خاموش ہو گیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) خلاف مزاج گفتگو سن کر ضبط نفس اور حلم (بردباری) کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ تنبیہ طہارت کے آداب سکھاتی ہے کہ جسم کے پاکیزہ اعضاء (مثلاً چہرہ) کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال کریں اور ناپاک مقامات (مثلاً ستر) کے لیے بائیں ہاتھ کا استعمال کریں۔

3) ایک فقہی اصول اخذ ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ کا استعمال عزت والے کاموں میں ہونا چاہیے، جیسے کھانا، سلام، مصافحہ، چہرے کو صاف کرنا وغیرہ؛ جب کہ بایاں ہاتھ ناپاک اور نسبتاً گھٹیا کاموں کے لیے مختص ہے، جیسے

---

[52] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص137

استنجاء، ناک صاف کرنا وغیرہ۔

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

2: قَالَ جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ رَحِمَهُ اللهُ: لَمَّا مَاتَ الحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَكٰى عَلَيْهِ مَرْوَانُ فِي جِنَازَتِهِ فَقَالَ لَهُ الحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَتَبْكِيهِ وَقَدْ كُنْتَ تُجَرِّعُهُ مَا تُجَرِّعُهُ؟ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ أَفْعَلُ إِلٰى أَحْلَمَ مِنْ هٰذَا وَأَشَارَ هُوَ إِلَى الجَبَلِ. [53]

ترجمہ: حضرت جُویریہ بن اسماء رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مروان اُن کے جنازے پر رو رہا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مروان سے فرمایا: کیا تم ان پر رو رہے ہو؟ حالانکہ تم ہی تو انہیں اذیتیں دیا کرتے تھے؟

مروان نے جواب دیا: میں اس شخص کے ساتھ ایسا کرتا رہا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم (بردبار) تھا۔ (یہ کہتے ہوئے) مروان نے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ حلم کے اس اعلیٰ درجے پر فائز تھے کہ سیاسی مخالفین بھی آپ کی حسن سیرت کے معترف تھے۔

2) اپنے مخالفین کو بھی معاف کرنا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی تعلیمات میں سے ہے۔

امام احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر ابن خلکان رحمہ اللہ (ت 781ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

3: ذَكَرَ ابْنُ عَائِشَةَ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَدِينَةَ عَلٰى سَاكِنِهَا أَفْضَلَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا رَاكِبًا عَلٰى بَغْلَةٍ لَمْ أَرَ أَحْسَنَ وَجْهًا وَلَا سَمْتًا وَلَا ثَوْبًا وَلَا دَابَّةً مِنْهُ فَمَالَ قَلْبِي إِلَيْهِ فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيلَ: هٰذَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَامْتَلَأَ قَلْبِي لَهُ بُغْضًا وَحَسَدْتُ عَلِيًّا

[53] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص428

أَنْ يَكُونَ لَهُ ابْنٌ مِثْلُهُ فَصِرْتُ إِلَيْهِ. وَقُلْتُ لَهُ: أَأَنْتَ ابْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ؟ قَالَ: أَنَا ابْنُهُ. قُلْتُ: فَعَلَ اللهُ بِكَ وَبِأَبِيكَ- أَسُبُّهُمَا- فَلَمَّا انْقَضَى كَلَامِي قَالَ لِي: أَحْسِبُكَ غَرِيبًا؟ قُلْتُ: أَجَلْ. قَالَ: مَلَّ بِنَا، فَإِنِ احْتَجْتَ إِلَى مَنْزِلٍ أَنْزَلْنَاكَ أَوْ إِلَى مَالٍ آسَيْنَاكَ أَوْ إِلَى حَاجَةٍ عَاوَنَّاكَ. قَالَ: فَانْصَرَفْتُ عَنْهُ وَمَا عَلَى الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ وَمَا فَكَّرْتُ فِيمَا صَنَعَ وَصَنَعْتُ إِلَّا شَكَرْتُهُ وَخَزِيتُ نَفْسِي. [54]

ترجمہ: حضرت ابنِ عائشہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اہلِ شام میں سے آیا اور کہنے لگا: "میں مدینہ میں داخل ہوا—اُس ہستی کے شہر میں، جن پر بہترین درود و سلام ہو—تو میں نے ایک شخص کو خچر پر سوار دیکھا۔ نہ اُس سے زیادہ خوبصورت چہرہ دیکھا، نہ بہتر انداز، نہ عمدہ لباس، اور نہ ایسی سواری دیکھی۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ سن کر میرے دل میں اس کے لیے بغض پیدا ہو گیا، اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بات پر حسد کرنے لگا کہ ان کا ایسا بیٹا کیوں ہے۔ میں ان کے قریب جا کر بولا: 'کیا آپ علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں؟'

انہوں نے فرمایا: جی ہاں، میں ان کا بیٹا ہوں۔

میں نے (گستاخی سے) کہا: اللہ تمہیں اور تمہارے والد کو... (میں نے دونوں کے بارے میں انتہائی نامناسب بات کہی)۔ جب میری بات مکمل ہوئی تو انہوں نے نرمی سے فرمایا: مجھے لگتا ہے کہ آپ اجنبی ہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ہمارے پاس تشریف لائیں، اگر آپ کو رہائش کی ضرورت ہو تو ہم جگہ دیں گے، اگر مال کی ضرورت ہو تو مدد کریں گے، اور اگر کسی اور حاجت کی ضرورت ہو تو تعاون کریں گے۔

میں ان کے پاس سے واپس لوٹا، تو زمین پر اُن سے زیادہ کوئی محبوب مجھے نہ تھا۔ اور جب بھی میں اُن کے حسنِ سلوک اور اپنے بدسلوکی والے رویے پر غور کرتا، اُن کا شکر گزار ہوتا اور اپنی ذات پر شرمندہ ہوتا۔"

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[54] وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان: ج2 ص68،67

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ عمل سراپا اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہے؛ کہ جس نے نامناسب بات کہی، اُسی کو مہمان بنایا، عزت دی، اور حاجت پوری کرنے کی پیش کش کی۔

2) عفو و درگزر کرنے سے دشمن کا دل جیتا اور اس کی دل کی دنیا کو بدلا جا سکتا ہے۔

سخاوت:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

1. قَالَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَهُ اللهُ: سَمِعَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَجُلًا إِلَى جَانِبِهِ يَدْعُو اللهَ أَنْ يُمَلِّكَهُ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، فَقَامَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَبَعَثَ بِهَا إِلَيْهِ. وَذَكَرُوا أَنَّ الْحَسَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَأَى غُلَامًا أَسْوَدَ يَأْكُلُ مِنْ رَغِيفٍ، لُقْمَةً وَيُطْعِمُ كَلْبًا هُنَاكَ لُقْمَةً فَقَالَ لَهُ: مَا حَمَلَكَ عَلَى هَذَا؟ فَقَالَ: إِنِّي أَسْتَحْيِي مِنْهُ أَنْ آكُلَ وَلَا أُطْعِمَهُ. فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ: لَا تَبْرَحْ مِنْ مَكَانِكَ حَتَّى آتِيَكَ.

فَذَهَبَ إِلَى سَيِّدِهِ، فَاشْتَرَاهُ، وَاشْتَرَى الْحَائِطَ الَّذِي هُوَ فِيهِ، فَأَعْتَقَهُ وَمَلَّكَهُ الْحَائِطَ، فَقَالَ الْغُلَامُ: يَا مَوْلَايَ! قَدْ وَهَبْتُ الْحَائِطَ لِلَّذِي وَهَبْتَنِي لَهُ. [55]

ترجمہ: حضرت سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے قریب ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ! مجھے دس ہزار درہم عطا فرما۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور فوراً دس ہزار درہم بھجوا دیے۔

اسی طرح روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا جو ایک روٹی سے باری باری ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ ساتھ بیٹھے کتے کو کھلاتا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟

غلام نے جواب دیا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنی جگہ سے ہلنا نہیں، یہاں ہی ٹھہرو، یہاں سے مت جانا، جب تک میں

---

[55] البدایہ والنہایہ، ج4ص427

واپس نہ آ جاؤں۔ آپ رضی اللہ عنہ فوراً اُس غلام کے مالک کے پاس گئے، غلام کو خریدا، اور وہ باغ بھی خرید لیا جس میں وہ غلام موجود تھا۔ پھر غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ بھی اُسے دے دیا۔

غلام نے عرض کی: اے میرے آقا! میں نے یہ باغ اُس کے لیے ہبہ کر دیا جس نے مجھے آزاد کیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) کسی کی حاجت کو پورا کرنا تعلیمات اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا حصہ ہے۔

2) غلام کے عمل سے اعلیٰ درجہ کی مخلوق دوستی کی تعلیم ملتی ہے۔

3) نہ صرف غلام کو آزاد کرنا بلکہ اسے وہی باغ بھی دے دینا آپ کی اعلیٰ ظرفی کو ظاہر کرتا ہے۔

:2 امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَا نَدِمْتُ عَلٰى شَيْءٍ فَاتَنِي فِي شَبَابِي إِلَّا أَنِّي لَمْ أَحُجَّ مَاشِيًا وَلَقَدْ حَجَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا خَمْسَةً وَعِشْرِينَ حَجَّةً مَاشِيًا وَإِنَّ النَّجَائِبَ لَتُقَادُ مَعَهُ وَلَقَدْ قَاسَمَ اللهَ مَالَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى إِنَّهُ يُعْطِي الْخُفَّ وَيُمْسِكُ النَّعْلَ. [56]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنی جوانی میں کسی بات پر افسوس نہیں ہوا، سوائے اس کے کہ میں نے پیدل حج نہ کیا۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پچیس حج پیدل کیے، حالانکہ ان کے ساتھ اونٹ بھی چلتے تھے جن پر وہ سوار ہو سکتے تھے۔ اور انہوں نے تین مرتبہ اللہ کے راستے میں اپنا مال اس طرح تقسیم کیا کہ موزہ دے دیتے اور جوتا اپنے پاس رکھتے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ بعض نیک اعمال کی فرصت صرف

---

[56] السنن الکبریٰ: ج4 ص331 رقم الحدیث 8428 باب الرجل یجد زاداً و راحلة

جوانی میں ہوتی ہے، اور اس کا ضیاع بعد میں حسرت کا باعث بنتا ہے۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اونٹوں کی موجودگی اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ پیدل حج کو نفل عبادت کی نیت سے انجام دیتے تھے، نہ کہ مجبوری سے۔

3) تین بار پورے مال کی تقسیم زہد، قناعت، اور سخاوت کی بلند ترین مثال ہے۔

:3 امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ اَلعَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ خَطَبَ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ ابْنَ أَخِيْكُمُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدْ جَمَعَ مَالًا وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يُقَسِّمَهُ بَيْنَكُمْ فَحَضَرَ النَّاسُ فَقَامَ الْحَسَنُ فَقَالَ: إِنَّمَا جَمَعْتُهُ لِفُقَرَائِكُمْ فَقَامَ نِصْفُ النَّاسِ ثُمَّ كَانَ أَوَّلُ مَنْ أَخَذَ مِنْهُ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ . [57]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "تمہارے بھتیجے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کچھ مال جمع کیا ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے درمیان اسے تقسیم کریں" یہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: " میں نے یہ مال تمہارے فقراء کے لیے جمع کیا ہے۔" (یہ سن کر) آدھے لوگ کھڑے ہو گئے (یعنی واپس چلے گئے کیونکہ وہ مستحق نہ تھے)۔ پھر سب سے پہلے جس نے اس مال سے کچھ لیا، وہ اشعث بن قیس تھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجلسِ عام میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا اعلان کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر کے کاموں کو بیان کرنا مستحب ہو سکتا ہے تاکہ لوگ اس سے مستفید ہوں۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مال جمع کرنے کا مقصد واضح کیا کہ یہ صرف محتاجوں کے لیے ہے، جو نیت کی درستگی، امانت داری اور شفافیت کی بہترین مثال ہے۔

---

[57] المصنف لابن ابی شیبہ: ج9ص138رقم الحدیث31332 کتاب الامراء

3) آدھے لوگوں کا اس لیے اٹھ جانا کہ وہ مستحق نہیں — یہ کمال درجے کی دیانت داری ہے۔

4) صدقہ و خیرات میں نیت اور مصرف کا صحیح تعین ضروری ہے، ورنہ مال ناحق ہاتھوں میں جاسکتا ہے۔

5) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا طرزِ تقسیم آج کے دور میں فلاحی اداروں کے لیے بہترین عملی نمونہ ہے۔

6) غرباء کے لیے جمع کیا گیا مال، صرف انہی کو پہنچنا چاہیے۔

7) اہلِ بیت کی زندگیوں سے ہمیں انفاق، سخاوت، اور خیر خواہی کے بے شمار اسباق ملتے ہیں۔

لوگوں کی ضروریات پوری کرنا:

امام ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف المِزّی رحمہ اللہ (ت 742ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ فَاسْتَعَانَ بِهِ عَلٰى حَاجَةٍ فَوَجَدَهُ مُعْتَكِفًا فَقَالَ: لَوْلَا اعْتِكَافِي لَخَرَجْتُ مَعَكَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَكَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ فَأَتَى الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَذَكَرَ لَهُ حَاجَتَهُ فَخَرَجَ مَعَهُ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ: أَمَا إِنِّي قَدْ كَرِهْتُ أَنْ أُعْنِيَكَ فِي حَاجَتِي وَلَقَدْ بَدَأْتُ بِحُسَيْنٍ، فَقَالَ: لَوْلَا اعْتِكَافِي لَخَرَجْتُ مَعَكَ فَقَالَ الْحَسَنُ: لَقَضَاءُ حَاجَةِ أَخٍ لِي فِي اللهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنِ اعْتِكَافِ شَهْرٍ. [58]

ترجمہ: حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اپنی ضرورت کے لیے ان سے مدد مانگی۔ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ معتکف تھے۔ انہوں نے فرمایا: "اگر میں اعتکاف میں نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ چل کر تمہاری حاجت پوری کرتا۔" وہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اپنی حاجت کا ذکر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ اس نے عرض کی: "میں اپنی ضرورت کے لیے آپ کو تکلیف نہ دیتا، میں پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تھا، انہوں نے فرمایا: میں اعتکاف میں نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ چلتا۔" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی رضا کے لیے کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنا، میرے ہاں ایک مہینے کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے۔"

[58] تہذیب الکمال: ج6 ص234

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عبادت (اعتکاف) میں مصروف ہونے کے باوجود حاجت مند کی بات سنی اور نرمی سے معذرت کی، باوجود عظیم انسان ہونے کے اس قدر نرمی سے پیش آنا اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

2) اعتکاف عبادت کا عظیم عمل ہے، لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے (اپنے اجتہاد سے) اس سے بھی بڑھ کر کسی کی ضرورت پورا کرنے کو افضل قرار دیا۔

3) اس واقعہ میں دو عظیم ہستیوں کے دو مختلف مگر مکمل اسلامی طرزِ عمل سامنے آتے ہیں: ایک طرف عبادت کا احترام، دوسری طرف خدمتِ خلق کی فضیلت۔

اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ ادْعِي لِيَ ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ. [59]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "آپ کے گھر والوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے: میرے بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ، پھر ان کی خوشبو محسوس کرتے اور ان اپنے سینے سے لگا لیتے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسوں سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

---

[59] جامع الترمذی: رقم الحدیث: 3772

2) بچوں سے محبت اور شفقت سنتِ نبوی ہے۔

3) اولاد کو گلے لگانا اور ان کی خوشبو لینا پیار کا فطری اظہار ہے۔

دنیاوی سرداری:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

1: فَقَالَ الْحَسَنُ رَحِمَهُ اللهُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ . [60]

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حسن بن علی ان کے پہلو میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن کی طرف، اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو "ابنِی" کہہ کر محبت اور نسبت ظاہر فرمائی۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا صلح کرانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق سچ ثابت ہوا۔

3) قیادت میں فخر کے بجائے صلح اور اتحاد کو ترجیح دینا اعلیٰ اخلاق ہے۔

4) بڑوں کو چاہیے کہ بچوں کی صلاحیتوں کو سراہیں اور ان کی ہمت بندھائیں۔

5) اختلافات کے باوجود امت کو جوڑنے والا شخص معاشرے کا اصل سردار ہوتا ہے۔

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

---

[60] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2704

2: عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جُلُوسًا فَجَاءَ حَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ وَأَبُو هُرَيْرَةَ لَا يَعْلَمُ فَمَضٰى فَقُلْنَا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَدْ سَلَّمَ عَلَيْنَا فَقَامَ فَلَحِقَهُ فَقَالَ: يَا سَيِّدِي! فَقُلْنَا لَهُ: تَقُولُ: يَا سَيِّدِي؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّهُ لَسَيِّدٌ. [61]

ترجمہ: حضرت سعید بن ابی سعید رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے اور ہمیں سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا، مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو علم نہ ہوا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ آگے چلے گئے تو ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ حسن بن علی تھے، جنہوں نے ہمیں سلام کیا۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہوئے اور ان کے پیچھے چلے گئے۔ اور جب ان سے ملے تو کہا: اے میرے سردار۔'' ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ انہیں ''سید'' کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک یہ (حسن) سردار ہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سرداری خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے ثابت ہے۔
2) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب اہل بیت کی محبت سے لبریز تھے۔
3) بڑوں کا بچوں کو عزت دینا بھی سنتِ نبوی کی پیروی ہے۔
4) باادب اور باخبر معاشرہ وہی ہوتا ہے جو اہلِ فضل و شرف کی قدر کرے۔

اخروی سرداری:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[61] السنن الکبری للنسائی: ج6 ص71 رقم الحدیث: 10079

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. [62]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا جنتی ہونا بلکہ جنتی نوجوانوں کا سردار ہونا لسان نبوت سے ثابت ہے۔

2) دین کی سرداری کا معیار تقویٰ اور قربِ نبوی ہے، نہ کہ دنیاوی وجاہت۔

دو پھول:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: . . .سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا. [63]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسن و حسین دنیا میں میرے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نبی کریم کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "پھول" قرار دے کر ان کی لطافت اور پاکیزگی کو ظاہر فرمایا۔

2) ان ایمانی پھولوں کی ناقدری کرنے والا اپنے ایمانی گلشن کو پراگندہ کرتا ہے۔

---

[62] جامع الترمذی: رقم الحدیث: 3768

[63] صحیح البخاری: رقم الحدیث 5994

3) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ فرامین روایت کر کے امت کو اہلِ بیت کی قدر سکھائی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کی ترغیب:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي يَعْنِي حَسَنًا وَحُسَيْنًا .[64]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔

2) حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے نفرت در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت ہے۔

3) اہلِ بیت سے محبت محض جذباتی نہیں، بلکہ ایمانی اور شرعی تقاضا ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کا نتیجہ:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِحَسَنٍ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ .[65]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے بارے

---

[64] مسند احمد: رقم الحدیث 7863

[65] مسند احمد: ج7 ص205 رقم الحدیث 7392

میں فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت فرمائیں، اور جو اس سے محبت کرے، اس سے بھی محبت فرمائیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا، اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

2) اہلِ بیت کی محبت کا ایمانی مقام واضح ہوتا ہے۔

3) جو لوگ اہلِ بیت سے سچی محبت رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے مستحق ہیں۔

فضائل سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بروایت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ:

1: امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لِسَانَهُ أَوْ قَالَ: شَفَتَهُ يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَنْ يُعَذَّبَ لِسَانٌ أَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [66]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ؛ حسن رضی اللہ عنہ کی زبان چوس رہے تھے یا فرمایا: ان کے ہونٹ چوس رہے تھے اور (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا): وہ زبان یا وہ ہونٹ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوسا ہو، انہیں کبھی عذاب نہیں ہو گا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اھل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت موجود تھی تبھی تو آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت و عظمت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بیان کیا۔

---

[66] مسند احمد: رقم الحدیث 16791

2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ اندازِ محبت امت کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ بچوں پر شفقت اور محبت کرنا سنت ہے۔

3) یہ روایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جنتی ہونے کی ایک واضح دلیل بھی ہے کہ جن کے اعضاء کو رسول اللہ نے چھوا؛ یا چوما ہو، وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ ہیں۔

:2 امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَأَبُو الْأَعْوَرِ السُّلَمِيُّ لِمُعَاوِيَةَ: إِنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَجُلٌ عَيِيٌّ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا تَقُولَا ذَلِكَ؛ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَفَلَ فِي فِيهِ وَمَنْ تَفَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فِيهِ فَلَيْسَ بِعَيِيٍّ. [67]

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عوف سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص اور ابو الاعور سلمی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کمزور زبان والے آدمی ہیں۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا مت کہو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا ہے، اور جس کے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب ڈالا ہو، وہ ہر گز گونگا یا کمزور زبان والا نہیں ہو سکتا۔

:3 امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الْمَدَائِنِيَّ رَحِمَهُ اللهُ يَقُوْلُ قَالَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْأَشْرَافِ: مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا وَجَدًّا وَجَدَّةً وَخَالًا وَخَالَةً وَعَمًّا وَعَمَّةً ؟ فَقَامَ النُّعْمَانُ بْنُ الْعَجْلَانِ الزُّرَقِيُّ فَأَخَذَ بِيَدِ الْحَسَنِ فَقَالَ: هٰذَا: أَبُوهُ عَلِيٌّ وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ، وَجَدُّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَّتُهُ خَدِيجَةُ وَعَمُّهُ جَعْفَرٌ وَعَمَّتُهُ أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ وَخَالُ الْقَاسِمُ وَخَالَتُهُ زَيْنَبُ. [68]

---

[67] المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص203 رقم الحدیث 2633

[68] تاریخ دمشق: ج13 ص240

ترجمہ: حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن مدائنی رحمہ اللہ سے سنا فرماتے ہیں ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمرو بن العاص اور قریش کے اشراف کی ایک جماعت موجود تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: "بتاؤ! لوگوں میں سب سے زیادہ معزز وہ کون شخص ہے جس کا باپ، ماں، دادا، دادی، ماموں، خالہ، چچا اور پھوپھی سب باعزت ہوں؟ اس پر نعمان بن عجلان زُرَقی کھڑے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ ہیں وہ شخصیت! ان کے والد علی رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا، ان کے چچا جعفر رضی اللہ عنہ، ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا، ان کے ماموں قاسم اور ان کی خالہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔

فقہ الاحادیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) نسبی شرافت کسبی نہیں وہبی نعمت ہوتی ہے۔

2) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر سوال کرنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرافت اور ان سے اپنی محبت کے اظہار کے لیے تھا تاکہ حاضرین کے سامنے بھی آپ کا مقام و مرتبہ مزید واضح ہو جائے۔

3) اُس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ صرف فضائلِ دینی میں نہیں بلکہ خاندانی شرافت میں بھی تمام لوگوں پر فائق تھے۔

عہد صدیقی میں

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي. [69]

ترجمہ: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں (جن میں اہل بیت بھی داخل ہیں) سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نظر میں رسول اللہ کے رشتہ داروں کی محبت سب سے بڑھ کر تھی۔

2) اہلِ بیت سے حسنِ سلوک کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا روشن پہلو ہے۔

3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کے اہلِ خانہ سے بھی محبت کی جائے۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت:

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي مَعَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ مَرَّ عَلَى الْحَسَنِ فَوَضَعَهُ عَلَى عُنُقِهِ ثُمَّ قَالَ: بِأَبِي شَبِيهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبَهَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَهُ فَجَعَلَ يَضْحَكُ. [70]

---

[69] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3712

[70] السنن الکبریٰ للنسائی: ج5 ص49،48، رقم الحدیث: 8161 باب فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

ترجمہ: حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کو ازراہِ محبت اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور اُن سے فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان! آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل زیادہ لگتے ہو حضرت علی المرتضیٰ کی بنسبت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سارا معاملہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آپ رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر اٹھانا ان سے محبت کی عملی دلیل ہے۔
2) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم؛ اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت میں فخر محسوس کرتے تھے، حسد نہیں۔
3) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تبسم صحابہ کے باہمی حسنِ تعلق اور دل کی صفائی کو ظاہر کرتا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکرام:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ الصِّدِّيقُ يُجِلُّهُ وَيُعَظِّمُهُ وَيُكْرِمُهُ وَيُحِبُّهُ وَيَتَفَدَّاهُ . [71]

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان (حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ) کی بڑی تعظیم کرتے، اُن کا ادب کرتے، عزت دیتے، محبت کرتے اور اپنی جان ان پر نچھاور کرنے کو تیار رہتے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اہلِ بیت سے گہرا ادب و احترام ثابت شدہ حقیقت ہے۔
2) حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت کرنا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔
3) صحابہ کرام؛ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کو محض زبانی نہیں، عملی طور پر ظاہر فرمایا کرتے تھے۔

---

[71] البدایہ والنہایہ: ج4ص426

عہد فاروقی میں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ حقدار:

امام ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری رحمہ اللہ (ت 694ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللهُ الْمَدَائِنَ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَيَّامِ عُمَرَ أَمَرَهُمْ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَأَمَرَ بِالْأَمْوَالِ فَأُفْرِغَتْ عَلَيْهَا ثُمَّ اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوَّلُ مَنْ بَدَرَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِنِي حَقِّي مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: بِالرَّحْبِ وَالْكَرَامَةِ وَأَمَرَ لَهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَبَدَرَ إِلَيْهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِنِي حَقِّي مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: بِالرَّحْبِ وَالْكَرَامَةِ وَأَمَرَ لَهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَبَدَرَ إِلَيْهِ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِنِي حَقِّي مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ لَهُ بِالرَّحْبِ وَالْكَرَامَةِ وَأَمَرَ لَهُ بِخَمْسِمِائَةِ دِرْهَمٍ! فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَنَا رَجُلٌ مُشْتَدٌّ أَضْرِبُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ طِفْلَانِ يَدْرَجَانِ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ تُعْطِيهِمْ أَلْفًا وَتُعْطِينِي خَمْسَمِائَةٍ؟ قَالَ نَعَمْ! اذْهَبْ فَأْتِنِي بِأَبٍ كَأَبِيهِمَا وَأُمٍّ كَأُمِّهِمَا وَجَدٍّ كَجَدِّهِمَا وَجَدَّةٍ كَجَدَّتِهِمَا وَعَمٍّ كَعَمِّهِمَا وَخَالٍ كَخَالِهِمَا فَإِنَّكَ لَا تَأْتِينِي بِهِ أَمَّا أَبُوهُمَا فَعَلِيٌّ الْمُرْتَضٰى وَأَمَّا أُمُّهُمَا فَفَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ وَجَدُّهُمَا مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفٰى وَجَدَّتُهُمَا خَدِيجَةُ الْكُبْرٰى وَعَمُّهُمَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَخَالُهُمَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالَتَاهُمَا رُقَيَّةُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ ابْنَتَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [72]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر مدائن فتح کیا (اور مال غنیمت مدینہ منورہ آیا تو) امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں چٹائیاں بچھوائیں اور سارا مالِ غنیمت ان پر جمع کروا دیا۔ صحابہ کرام

[72] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ص292، 293

رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے، سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا امیر المومنین! اللہ نے جو مسلمانوں کو مال عطا فرمایا ہے اس میں سے میرا حصہ مجھے عطا فرما دیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کے لیے بڑی عزت و وقار ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک ہزار درہم انہیں دے دیے، انہوں نے اپنا حصہ لیا اور چلے گئے۔ اُن کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے کھڑے ہوئے اور اپنے حصہ کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے لیے بڑی عزت و وقار ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار درہم انہیں بھی دے دیے۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنے حصے کی درخواست کی، آپ نے انہیں پانچ سو درہم عطا فرمائے، انہوں نے عرض کیا: یا امیر المومنین! میں نے اس وقت بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلوار اُٹھا کر جہاد کیا ہے جب سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما چھوٹے بچے تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے، اس کے باوجود آپ نے انہیں ایک ایک ہزار درہم دیے اور مجھے پانچ سو درہم دیے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سننا تھا کہ اہل بیت کی محبت سے سرشار ہو کر ارشاد فرمایا: جی ہاں، بالکل! (اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بھی ان کے برابر حصہ دوں تو) جاؤ پہلے تم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد جیسا والد لاؤ، ان کی والدہ جیسی والدہ، ان کے نانا جیسا نانا، ان کی نانی جیسی نانی، ان کے چچا جیسا چچا، ان کے ماموں جیسا ماموں لاؤ اور تم کبھی بھی نہیں لا سکتے، کیوں کہ ان کے والد علی المرتضیٰ شیر خدا کرّم اللہ وجہہ ہیں، ان کی والدہ سیّدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے نانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کی نانی سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے چچا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے ماموں حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کی خالائیں رقیہ اور اُم اکلثوم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو خاص مقام دینا اُن بے مثال محبت کی دلیل ہے۔

2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب عدل اور محبتِ اہلِ بیت پر مبنی تھا۔

3) صحابہ کرام کے درمیان اختلاف نہیں تھا بلکہ مقام و مرتبہ کا اعتراف عدل و محبت کے ساتھ ہوتا تھا۔

4) اہلِ بیت کی شخصیات دین، نسب اور کردار کے اعتبار سے امت میں منفرد مقام رکھتی ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پانچ پانچ ہزار دراہم کا وظیفہ:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُوْسَى بنِ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيْوَانَ أَلْحقَ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلاَفِ دِرْهَمٍ. [73]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا یعنی بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق پانچ پانچ ہزار دراہم مقرر کیے۔ اس لیے کہ یہ دونوں جنتی شہزادے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) اہلِ بیت اَطہار کی فضیلت و عظمت صحابہ کرام کے نزدیک مسلَّمہ تھی۔

2) بیت المال کی تقسیم میں نسبی قرابت اور دین کی خدمت کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یمنی لباس کا ہدیہ:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ

[73] سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص133 تحت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

وَالحُسَيْنِ فَبَعَثَ إِلَى اليَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ: اَلْآنَ طَابَتْ نَفْسِي . [74]

ترجمہ: امام زُہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو (مال غنیمت میں سے) لباس دیے ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یمن کے علاقے کی طرف آدمی روانہ کر کے والی یمن کو حکم بھیجا کہ دونوں شہزادوں (حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) کے لیے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔ جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا اور ان دونوں شہزادوں نے پہنا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر فرمایا: اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) بیت المال کی تقسیم میں افراد کی حیثیت اور مقام کو مد نظر رکھنا درست ہے۔

2) معزز خاندانوں کی عزتِ نفس کا لحاظ رکھنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔

3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اہل بیت سے محبت اور احترام کی روشن دلیل ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو مقدم رکھنا:

امام معمر بن ابی عمرو راشد الازدی رحمہ اللہ (ت 153ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: لَمَّا أُتِيَ عُمَرُ بِكُنُوزِ كِسْرٰى... قَالَ: أَنَكِيْلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْثُو؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْثُوا لَهُمْ ، ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَا لَهُ ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ . [75]

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

---

[74] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص146 الحسین الشہید رضی اللہ عنہ

[75] الجامع لمعمر بن راشد ملحق بمصنف عبد الرزاق: ج10 ص137 رقم الحدیث 20205

(فتح ایران کے بعد) کسریٰ (شاہ ایران) کے خزانے لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کو کیسے تقسیم کیا جائے؟ پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کریں یا ہاتھوں سے بھر بھر کے تقسیم کریں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھوں سے بھر بھر کر تقسیم کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہاتھوں سے بھر کر دیا اور ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا (انہیں بھی اسی طرح دیا) اس کے بعد باقی لوگوں کو دینا شروع کیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہر معاملے میں مشورہ کرتے تھے، حتیٰ کہ بیت المال کی تقسیم میں بھی۔
2) مالِ غنیمت اور فتوحات کے خزانے منصفانہ طور پر سب میں تقسیم کیے جاتے تھے۔
3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ بیت کو سب سے پہلے عطا کر کے ان کا مقام واضح کیا۔
4) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ صحابہ کرام کے نزدیک قدر و منزلت رکھتا تھا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری:

امام ابن قتیبہ الدِّینوری رحمہ اللہ (ت 276ھ) نقل کرتے ہیں:

وَلَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ... فَاطِمَةَ وَزَيْدًا وَأُمُّهُمَا: أُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . [76]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں فاطمہ اور زید بھی ہیں۔ ان کی والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔

مدح عمر رضی اللہ عنہ بزبان حسن و علی رضی اللہ عنہما:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) نقل کرتے ہیں:

---

[76] کتاب المعارف لابن قتیبۃ: ص179 اخبار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

عَنْ أَبِي الْمَطَرِ ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، قَالَ:سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِينَ وَجَأَهُ أَبُولُؤْلُؤَةَ، وَهُوَ يَبْكِي، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَبْكَاكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟قَالَ :أَبْكَانِي خَبَرُ السَّمَاءِ ، أَيُذْهَبُ بِي إِلَى الْجَنَّةِ أَمْ إِلَى النَّارِ؟فَقُلْتُ لَهُ :أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا لَا أُحْصِي: سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنْعِمَافَقَالَ :أَشَاهِدٌ أَنْتَ لِي يَا عَلِيُّ بِالْجَنَّةِ؟فَقُلْتُ : نَعَمْ ، وَأَنْتَ يَا حَسَنُ، فَاشْهَدْ عَلٰى أَبِيكَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُمَرَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ . [77]

ترجمہ: حضرت ابو المطر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا":میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب انہیں ابو لولو نے زخمی کیا تھا، اورآپ کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔میں نے عرض کیا:اے امیر المؤمنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟انہوں نے فرمایا :مجھے آسمان سے آنے والی خبر (موت کی اطلاع)رُلا رہی ہے — میں نہیں جانتا کہ مجھے جنت کی طرف لے جایا جائے گا یا جہنم کی طرف؟تو میں(علی)نے کہا :جنت کی خوشخبری سن لیجیے!میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے— جسے میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ:جنت کے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ابو بکر اور عمر ہیں اور وہ کتنے ہی عمدہ (شخص)ہیں!تو حضرت عمر نے پوچھا:اے علی!کیا تم میرے لیے جنت کی گواہی دیتے ہو؟میں نے کہا :جی ہاں!پھر میں نے فرمایا :اے حسن!تم اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گواہی دو کہ عمر جنتی ہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عاجزی اور خوفِ آخرت ان کے ایمان کی پختگی کو ظاہر کرتی ہے۔

2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی جنتی ہونے کی واضح شہادت دی۔

3) اہلِ بیت اور خلفائے راشدین کے درمیان باہمی محبت و اعتماد اس واقعہ سے نمایاں ہے۔

4) بڑے صحابہ کرام اپنی نیکیوں کے باوجود اللہ کے حضور جوابدہی کے احساس سے غافل نہ تھے۔

---

[77] تاریخ دمشق لابن عساکر:ج44ص168

عہد عثمانی میں

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکرام:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يُكْرِمُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيُحِبُّهُمَا. [78]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا اکرام کیا کرتے تھے اور ان سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) خلفائے راشدین؛ اہلِ بیت اطہار کی عزت اور ان سے محبت کرتے تھے۔

2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت میں اہلِ بیت کا احترام نمایاں طور پر شامل تھا۔

3) اکابر صحابہ کا طرزِ عمل امت کے لیے نمونہ اور معیار ہے۔

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا موقف:

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی تحریر کرتے ہیں:

اِنَّ مُعْتَقِدَ الحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الصَّحَابَةُ حَيْثُ أَجْمَعُوْا عَلٰى صِحَّةِ خِلَافَتِهِ بَعْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ يُخَالِفْ أَوْ يُعَارِضْ فِي هٰذَا أَحَدٌ بَلِ الْجَمِيْعُ سَلَّمَ لَهُ بِذٰلِكَ. [79]

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نظریہ صحابہ کرام کے

[78] البدایہ والنہایہ: ج4 ص426

[79] الحسن بن علی بن ابی طالب: ص115

نظریے کے مطابق تھا، کیونکہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی خلافت کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا، اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی، بلکہ سب نے اس کو تسلیم کیا۔

امام ابو الحسن علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری رحمہ اللہ (ت 324ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ ثَبَتَتْ إِمَامَةُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِعَقْدِ مَنْ عَقَدَ لَهُ الْإِمَامَةَ مِنْ أَصْحَابِ الشُّورىٰ الَّذِيْنَ نَصَّ عَلَيْهِمْ عُمَرُ فَاخْتَارُوْهُ وَرَضُوْا بِإِمَامَتِهِ وَأَجْمَعُوْا عَلٰى فَضْلِهِ وَعَدْلِهِ. [80]

ترجمہ: امام ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت ان افراد کے انتخاب سے ثابت ہوئی جنہوں نے ان کے لیے خلافت کا فیصلہ کیا، جو کہ وہی اہلِ شوریٰ تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا، پس انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور ان کی خلافت پر راضی ہوئے، اور سب نے ان کی فضیلت اور عدالت پر اجماع کیا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیدہ خلافتِ عثمان میں صحابہ کرام کے اجماعی موقف کے عین مطابق تھا۔
2) خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ پر امتِ مسلمہ کے سرکردہ صحابہ نے مکمل اتفاق کیا۔
3) اہلِ شوریٰ کا انتخاب امت میں قیادت طے کرنے کا معتبر اور شرعی طریقہ تھا۔
4) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عدل پر پوری امت کے اکابر صحابہ نے گواہی دی۔
5) یہ اثر اس بات کا رد ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا اہلِ بیت نے خلافتِ عثمان کی مخالفت کی ہو۔

دورانِ محاصرہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا موقف:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ وَرَجُلًا اٰخَرَ مَعَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ دَخَلَا عَلٰى عُثْمَانَ

[80] الابانہ عن اصول الدیانہ: ص73 الباب الرابع عشر الکلام في إمامة أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ

وَهُوَ مَحْصُورٌ فَاسْتَأْذَنَا فِي الْحَجِّ فَأَذِنَ لَهُمَا ثُمَّ قَالَا : مَعَ مَنْ نَكُونُ إِنْ ظَهَرَ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ ؟ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ قَالَا :أَرَأَيْتَ إِنْ أَصَابَكَ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ وَكَانَتِ الْجَمَاعَةُ فِيهِمْ ؟ قَالَ:الْزَمُوا الْجَمَاعَةَ حَيْثُ كَانَتْ قَالَ:فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا بَلَغْنَا بَابَ الدَّارِ لَقِينَا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ دَاخِلًا فَرَجَعْنَا عَلَى أَثَرِ الْحَسَنِ لِنَنْظُرَ مَا يُرِيدُ فَلَمَّا دَخَلَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّا طَوْعُ يَدِكَ فَمُرْنِي بِمَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ:يَا ابْنَ أَخِي!ارْجِعْ فَاجْلِسْ فِي بَيْتِكَ حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ فَلَا حَاجَةَ لِي فِي هِرَاقَةِ الدِّمَاءِ.[81]

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو قتادہ اور ایک اور انصاری شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ محصور تھے۔ انہوں نے حج کی اجازت طلب کی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔ پھر ان دونوں نے پوچھا: اگر یہ لوگ (محاصرین) غالب ہو جائیں تو ہم لوگ کس کا ساتھ دیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جماعت کے ساتھ رہو۔ انہوں نے مزید سوال کیا: اگر یہ لوگ آپ کو نقصان پہنچائیں اور جماعت انہی میں ہو تو پھر کیا کریں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جماعت جہاں بھی ہو، تم اسی کے ساتھ رہو۔ یہ دونوں وہاں سے نکلے اور جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اندر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں پیچھے لوٹ گئے تاکہ دیکھ سکیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہم آپ کے تابع ہیں، آپ جو حکم دیں گے، ہم اس پر عمل کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھتیجے! تم واپس جاکر اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ مجھے خونریزی کی کوئی حاجت نہیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرے کے باوجود امت کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔

---

[81] فضائل الصحابۃ: ص464رقم الحدیث 753

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ وفاداری واضح ہوتی ہے۔

3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی جان بچانے کے لیے خونریزی کو ہرگز پسند نہ کیا۔

4) خلفائے راشدین کی فکر امت کی وحدت اور اجتماعیت پر مرکوز تھی۔

5) اہل بیت اور خلفائے راشدین کے تعلقات باہمی محبت پر مبنی تھے، ان میں مخالفت کا قطعاً تصور درست نہیں۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا دفاعِ عثمان رضی اللہ عنہ:

نمبر1: امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصبہانی رحمہ اللہ (ت430ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقْبَلَ هُوَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ فَقَالَا: لَوْ أَمَرَنَا لَقَاتَلْنَا وَلَكِنَّهُ قَالَ: كُفُّوا. [82]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، (میرے پاس) آئے اور کہنے لگے: اگر ہمیں حکم دیا جاتا تو ہم ضرور لڑتے، لیکن انہوں نے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے) فرمایا تھا: ہاتھ روک لو (جنگ نہ کرو)

نمبر2: امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (ت405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: رَأَيْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أُخْرِجَ مِنْ دَارِ عُثْمَانَ جَرِيحًا. [83]

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے زخمی حالت میں لے جایا گیا۔

نمبر3: امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَجُرِحَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ جِرَاحَاتٍ كَثِيرَةً، وَكَذٰلِكَ جُرِحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. [84]

---

[82] تاریخ اصبہان: ج2ص104

[83] المستدرک علی الصحیحین: ج4ص67رقم الحدیث4623

[84] البدایہ والنہایہ: ج4ص201

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ زخمی ہوئے، اور اسی طرح حسن بن علی بھی زخمی ہوئے۔

نمبر4: امام ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطۃ النمیری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِابْنَيْهِ: كَيْفَ قُتِلَ وَأَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ؟ وَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ الْحُسَيْنَ. [85]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کیسے شہید کر دیا گیا؟ (دشمن اپنے مقصد میں کیسے کامیاب ہو گیا؟) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی مارا۔

فقہ الاحادیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وفادار اور مددگار تھے۔
2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خونریزی سے بچنے کے لیے اپنے دفاع میں بھی جنگ کی اجازت نہیں دی۔
3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت صحابہ اور اہل بیت کو بھی اذیتیں پہنچیں۔
4) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قربانیاں بھی امت کے لیے صبر و استقامت کا نمونہ ہیں۔
5) اہل بیت اور دیگر صحابہ سب نے اپنی جانیں داؤ پر لگا کر دین اور خلافت کی حفاظت کی۔
6) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو قلبی محبت تھی وہ ان کی شہادت پر شدید رنج و غم کی صورت میں ظاہر ہوئی۔
7) اہل بیت نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو عظیم سانحہ سمجھا اور اس پر افسوس کا اظہار کیا۔

جنازے میں شرکت:

امام ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

[85] تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج4 ص1305 تحت خبر المغیرۃ بن اخنس بن شریق

بَقِيَ عُثْمَانُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا يُدْفَنُ ثُمَّ إِنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ الْقُرَشِيَّ وَجُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ كَلَّمَا عَلِيًّا فِي أَنْ يَأْذَنَ فِي دَفْنِهِ فَفَعَلَ فَلَمَّا سَمِعَ مَنْ قَصَدَهُ بِذٰلِكَ قَعَدُوا لَهُ فِي الطَّرِيقِ بِالْحِجَارَةِ وَخَرَجَ بِهِ نَاسٌ يَسِيرٌ مَنْ أَهْلِهِ وَغَيْرِهِمْ وَفِيهِمُ الزُّبَيْرُ وَالْحَسَنُ وَأَبُو جَهْمِ بْنُ حُذَيْفَةَ وَمَرْوَانُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَأَتَوْا بِهِ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ يُسَمّٰى حَشَّ كَوْكَبٍ وَهُوَ خَارِجُ الْبَقِيعِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ. [86]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تین دن تک دفن نہ کیے جا سکے۔ پھر حضرت حکیم بن حزام اور جُبیر بن مطعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ ان (کی تدفین) کی اجازت دیں، تو انہوں نے اجازت دے دی۔ جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی، تو وہ راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے (تاکہ تدفین میں رکاوٹ ڈالیں)۔ پھر ان حضرات کے ساتھ تھوڑے سے لوگ بھی شامل ہو گئے، جن میں ان کے اہلِ خانہ اور کچھ دوسرے افراد، جن میں حضرت زبیر، حسن (بن علی)، ابو جہم بن حذیفہ، اور مروان رضی اللہ عنہم شامل تھے، (یہ سب) مغرب اور عشاء کے درمیان انہیں مدینہ ایک باغ میں لے گئے جسے "حَشِّ کوکب" کہا جاتا تھا، جو بقیع سے باہر تھا، اور جُبیر بن مطعم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین میں تاخیر حالات کی سنگینی اور فتنہ کے شدت کی وجہ سے ہوئی۔

2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی تدفین کی اجازت دے کر اخوتِ ایمانی کا ثبوت دیا۔

3) حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ تدفین میں شریک ہوئے، ان کی وفاداری ظاہر ہوتی ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خواب:

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی التمیمی رحمہ اللہ (ت 307ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

---

[86] الکامل فی التاریخ: ج3 ص180 ذکر الموضع الذی دفن فیہ و من صلی علیہ

عَنْ أَبِي مَرْيَمَ رَضِيعِ الْجَارُودِ قَالَ: كُنْتُ بِالْكُوفَةِ فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ خَطِيبًا فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ فِي مَنَامِي عَجَبًا رَأَيْتُ الرَّبَّ تَعَالَى فَوْقَ عَرْشِهِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَامَ عِنْدَ قَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُولِ اللهِ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى مَنْكِبِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَكَانَ نُبْذَةً فَقَالَ: رَبِّ سَلْ عِبَادَكَ فِيمَ قَتَلُونِي؟ قَالَ: فَانْثَعَبَ مِنَ السَّمَاءِ مِيزَابَانِ مِنْ دَمٍ فِي الْأَرْضِ قَالَ: فَقِيلَ لِعَلِيٍّ: أَلَا تَرَى مَا يُحَدِّثُ بِهِ الْحَسَنُ؟ قَالَ: يُحَدِّثُ بِمَا رَأَى . [87]

ترجمہ: حضرت ابو مریم رضیعِ جارود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں کوفہ میں تھا، تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! میں نے گزشتہ رات اپنے خواب میں ایک عجیب منظر دیکھا۔ میں نے رب تعالیٰ کو اس کے عرش پر دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آکر عرش کے ایک ستون کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، لیکن وہ تھوڑے فاصلے پر تھے۔ پھر انہوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے رب! اپنے بندوں سے پوچھیں کہ انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟ پھر آسمان سے زمین کی طرف دو پرنالوں (نالیوں) کے ذریعے خون بہنے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے سنا کہ حسن کیا کہہ کر رہے ہیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ وہی بیان کر رہے ہیں جو انہوں نے دیکھا ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں خاص حقائق دکھائے۔

2) شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ؛ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عظیم معاملہ ہے جس پر خون کا بہنا بطور علامت دکھایا گیا۔

---

[87] مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث 6761

3) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خواب کی تصدیق فرمائی۔

مدح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بزبان سیدنا حسن رضی اللہ عنہ:

امام ابو بکر احمد بن عمرو بن الضحاک الشیبانی رحمہ اللہ (ت 287ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَرْطَاةَ بْنِ الْمُنْذِرِ قَالَ: لَقِيَ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ابْنَهُ الْحَسَنَ وَهُوَ خَارِجٌ مِنْ عِنْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ أَمَا لِي عَلَيْكَ حَقُّ الْوَالِدِ؟ فَقَالَ الْحَسَنُ حَقُّ الْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ الْحَسَنُ: حَقُّ الْخَلِيفَةِ أَعْظَمُ مِنْ حَقِّ الْوَالِدِ. [88]

ترجمہ: ارطاۃ بن منذر سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے باہر آ رہے تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا میرے تم پر باپ ہونے کا حق نہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: والد کا حق (بیشک) ہے، پھر فرمایا: خلیفہ کا حق والد کے حق سے بڑا ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) خلیفۂ وقت کا حق ذاتی و عائلی حقوق پر مقدم ہے۔

2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں کم عمری ہی سے علم و بصیرت نمایاں تھی۔

3) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے کو خلافتِ عثمان کی قدر و منزلت سے آگاہ کرنا محبت کی دلیل ہے۔

[88] الآحاد والمثانی: رقم الحدیث 22 تحت و من ذکر ذی النورین رضی اللہ عنہ

عہد مرتضوی میں

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکرام:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ يُكْرِمُ الْحَسَنَ إِكْرَامًا زَائِدًا وَيُعَظِّمُهُ وَيُبَجِّلُهُ . [89]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے، اُن کا بے حد اکرام کرتے، اُن کی عظمت کرتے اور اُن کا احترام کرتے تھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو عام بیٹے کی حیثیت سے نہیں بلکہ غیر معمولی عزت و احترام دیتے تھے۔

2) اہلِ فضیلت اور اہلِ علم کی تعظیم کی جائے، خواہ وہ اپنے سے کم عمر اور اپنے ہی اہلِ خانہ میں سے کیوں نہ ہوں۔

3) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ برتاؤ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے آئندہ کے دینی و سیاسی کردار کی تیاری اور اُن کے مقام کو اجاگر کرتا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ لَهُ يَوْمًا: يَا بُنَيَّ أَلَا تَخْطُبُ حَتَّى أَسْمَعَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي أَسْتَحِي أَنْ أَخْطُبَ وَأَنَا أَرَاكَ فَذَهَبَ عَلِيٌّ فَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَرَاهُ الْحَسَنَ ثُمَّ قَامَ الْحَسَنُ فِي النَّاسِ خَطِيبًا وَعَلِيٌّ يَسْمَعُ فَأَدَّى خُطْبَةً بَلِيغَةً فَصِيحَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ جَعَلَ عَلِيٌّ يَقُولُ: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ . [90]

---

[89] البدایہ والنہایہ: ج4 ص426

[90] البدایہ والنہایہ: ج4 ص426

ترجمہ: ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا تم خطبہ نہیں دیتے تاکہ میں تمہیں سن سکوں؟' تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: 'مجھے حیا آتی ہے کہ آپ کی موجودگی میں خطبہ دوں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اس جگہ تشریف لے گئے جہاں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ انہیں نہ دیکھ سکتے تھے، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خطبے کو سن رہے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نہایت بلیغ اور فصیح خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب خطبہ ختم ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو آپ بار بار یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یعنی یہ ایسی اولاد ہے جن میں ایک دوسرے سے (نسلاً و خلقاً) وابستہ ہیں، اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ انتہائی باحیا اور ادب و احترام کے پیکر تھے۔
2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خطابت بلیغ اور فصیح تھی، جو اُن کے بلند علم و فہم کی صلاحیت پر دلالت کرتی ہے۔
3) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر قرآنی آیت تلاوت فرما کر واضح کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلاحیتیں انبیاء و اولیاء کے سلسلے کی برکتوں کا حصہ ہیں۔
4) والدین اپنی اولاد کی عمدہ عادت اور نیک خصلت پر حوصلہ افزائی کریں۔

زہد و تقویٰ کی تلقین:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 430ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبَانَ بْنِ الطُّفَيْلِ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ لِلْحَسَنِ: كُنْ فِي الدُّنْيَا بِبَدَنِكَ وَفِي الْآخِرَةِ بِقَلْبِكَ . [91]

---

[91] حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج2 ص37

ترجمہ: ابان بن طفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: دنیا میں اپنے جسم کے ساتھ رہو، اور آخرت میں اپنے دل کے ساتھ (رغبت رکھو)۔ یعنی دنیا کے کام دنیا کے انداز سے انجام دیں، لیکن نیت، توجہ اور محبت کا مرکز آخرت ہو؛ یعنی دل میں دنیا کی لالچ اور فکر نہ ہو، بلکہ آخرت کی فکر ہو۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) دنیاوی زندگی میں انسان کو اپنے جسمانی تقاضے پورے کرنے کی اجازت ہے۔

2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو دنیاوی مشغولیات کے بجائے آخرت کی فکر کو ترجیح دینے کی تعلیم دی۔

3) دل کی اصلاح اور نیت کی درستگی انسان کو دنیاوی حرص و طمع سے بچاتی ہے۔

4) دنیا میں رہتے ہوئے قلبی وابستگی امید آخرت کے ساتھ ہونی چاہیے۔

بیعت نہ کرنے والوں سے جنگ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن اس وقت بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا تقاضا ساتھ تھا۔ بیعت کرنے کے بعد کچھ لوگ مدینہ منورہ سے ملک شام چلے گئے اور بعض لوگ مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے جن میں حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

اس ہنگامی صورتحال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانا ضروری سمجھا اور حضرت قثم بن عباس کو اپنی طرف سے مدینہ کا والی اور حاکم مقرر کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے بیعت نہیں کی اور خلیفہ کی اطاعت پر آمادہ نہیں ہوئے تو ان سے قتال کیا جائے۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَاسْتَخْلَفَ عَلَيْهَا قُثَمَ بْنَ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَازِمٌ أَنْ يُقَاتِلَ بِمَنْ أَطَاعَهُ مَنْ عَصَاهُ وَخَرَجَ عَنْ

أَمْرِهِ وَلَمْ يُبَايِعْهُ مَعَ النَّاسِ وَجَاءَ إِلَيْهِ ابْنُهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِي فَقَالَ :يَا أَبَتِ دَعْ هَذَا فَإِنَّ فِيهِ سَفْكَ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَوُقُوعَ الِاخْتِلَافِ بَيْنَهُمْ فَلَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ ذٰلِكَ بَلْ صَمَّمَ عَلَى الْقِتَالِ . [92]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قُثَم بن عباس کو (مدینہ کا) اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، اور خود پختہ ارادہ کر لیا کہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے ساتھ لڑیں گے جو ان کی بیعت سے انکار کرے یا ان کے حکم سے انحراف کرے۔ اسی دوران آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے عرض کی: ابو جان! یہ راستہ نہ اپنائیں، اس میں مسلمانوں کا خون بہے گا اور ان (مسلمانوں) میں اختلاف پھیل جائے گا۔' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صوابدید کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تجویز کو قبول نہ کیا اور (بیعت نہ کرنے والوں کے خلاف) جنگ کا فیصلہ برقرار رکھا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں صلح پسندی اور امت کے اتحاد کی فکر نمایاں تھی۔

2) دائرہِ ادب میں رہتے ہوئے چھوٹا اپنے بڑے کے سامنے اپنی رائے پیش کر سکتا ہے۔

جنگ جمل کے بارے میں موقف:

نمبر 1: امام صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی رحمہ اللہ (ت 764ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ يَوْمَ الْجَمَلِ عَلَى الْمَيْمَنَةِ ...وَكَانَ يَكْرَهُ الْقِتَالَ وَيُشِيْرُ عَلٰى أَبِيْهِ بِتَرْكِهِ. [93]

ترجمہ: جنگ جمل کے دن آپ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) لشکر کے دائیں جانب تھے.... آپ رضی اللہ عنہ اس موقع پر قتال کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے اور وہ اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو بھی جنگ چھوڑ دینے کا مشورہ دیتے تھے۔

---

[92] البدایہ والنہایہ: ج4ص246

[93] الوافی بالوفیات: ج12ص68

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ جنگ و قتال کے بجائے صلح کو ترجیح دیتے تھے۔

2) اہل بیت کے اندر رائے کے اختلاف کے باوجود باہمی ادب و احترام قائم تھا۔

نمبر2: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجْنَا إِلَى الْجَمَلِ سِتَّمِائَةٍ فَأَتَيْنَا الرَّبَذَةَ فَقَامَ الْحَسَنُ فَبَكٰى، فَقَالَ عَلِيٌّ: تَكَلَّمْ وَدَعْ عَنْكَ أَنْ تَحِنَّ حَنِيْنَ الْجَارِيَةِ. قَالَ: إِنِّي كُنْتُ أَشَرْتُ عَلَيْكَ بِالْمُقَامِ وَأَنَا أُشِيْرُهُ الْآنَ إِنَّ لِلْعَرَبِ جَوْلَةً وَلَوْ قَدْ رَجَعَتْ إِلَيْهَا عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا لَقَدْ ضَرَبُوا إِلَيْكَ آبَاطَ الْإِبِلِ حَتّٰى يَسْتَخْرِجُوْكَ. [94]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمل کی طرف روانہ ہوئے، ہم 600 آدمی تھے۔ ہم ربذہ (مدینہ کے قریب تین دن کی مسافت پر واقع ایک بستی) پہنچے۔ آپ کے بیٹے حسن بن علی آپ کے سامنے روتے ہوئے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات کرو، عورتوں کی طرح سسکیاں لینا چھوڑ دو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلے بھی آپ کو (جنگ سے رک جانے کا) مدینہ میں رہنے کا مشورہ دے چکا ہوں اور اب بھی وہی مشورہ دے رہا ہوں۔ بے شک عرب لوگوں کے لیے ایک لمحے کا جوش ہے اور جب ان کی عقلیں دوبارہ درست ہو جائیں گی، تو وہ آپ کے پاس اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے آئیں گے تاکہ آپ کو نکال سکیں۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) والد کے سامنے مشورہ دینے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ادب اور حیا نمایاں ہے۔

---

[94] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص336 تحت ترجمۃ حسن بن علی رضی اللہ عنہما

2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو اظہارِ رائے کی اجازت دے کر مشاورت کی سنت کو زندہ کیا۔
3) سیاست وقیادت میں وقتی جوش کے بجائے عقل وحکمت کو مقدم رکھنے کی تعلیم ملتی ہے۔

جنگ صفین کے بارے میں موقف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ سے (جنگ کے لیے) تشریف لے جانے لگے اور قثم بن عباس کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا تو اس وقت آپ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے روکا۔

1: امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَجَاءَ إِلَيْهِ ابْنُهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ: يَا أَبَتِ دَعْ هَذَا فَإِنَّ فِيهِ سَفْكَ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَوُقُوعَ الِاخْتِلَافِ بَيْنَهُمْ فَلَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ ذَلِكَ. [95]

ترجمہ: آپ کے پاس آپ صاحبزادے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کی: ابو جان! اس کام کو چھوڑ دیجیے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کے خون کا بہے گا اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گا۔ لیکن انہوں نے ان کی یہ بات قبول نہ کی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:
1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختلاف اور خانہ جنگی سے اجتناب کرنا ان کی نصیحت کا بنیادی مقصد تھا۔
2) اہل بیت رضی اللہ عنہم ہمیشہ امت کی اصلاح اور اس کے تحفظ کے لیے کوشاں رہے۔

2: ناصر بن علی عائض حسن الشیخ تحریر فرماتے ہیں:

إِنَّ مَوْقِفَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ مِنَ الحَرْبِ الَّتِي وَقَعَتْ بَيْنَ الصَّحَابَةِ الكِرَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ هُوَ الإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ إِلَّا فِيمَا يَلِيقُ بِهِمْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لِمَا يُسَبِّبُهُ الخَوْضُ فِي ذٰلِكَ مِنْ تَوْلِيدِ العَدَاوَةِ وَالحِقْدِ وَالبُغْضِ لِأَحَدِ الطَّرَفَيْنِ، وَذٰلِكَ مِنْ أَعْظَمِ الذُّنُوبِ. وَقَالُوا: إِنَّهُ يَجِبُ

[95] البدایہ والنہایہ: ج4ص246 باب ثم دخلت سنة ست و ثلاثين من الهجرة

عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ یُّحِبَّ الجَمِیْعَ، وَیَتَرَضّٰی عَنْهُمْ، وَیَتَرَحَّمَ عَلَیْهِمْ وَیَحْفَظَ لَهُمْ فَضَائِلَهُمْ وَیَعْتَرِفَ لَهُمْ بِسَوَابِقِهِمْ وَیَنْشُرَ مَنَاقِبَهُمْ . وَأَنَّ الَّذِيْ حَصَلَ بَیْنَهُمْ إِنَّمَا کَانَ عَنِ اجْتِهَادٍ وَالجَمِیْعُ مُثَابُوْنَ فِي حَالَتَيِ الصَّوَابِ وَالخَطَأِ غَیْرَ أَنَّ ثَوَابَ المُصِیْبِ ضِعْفُ ثَوَابِ المُخْطِئِ فِي اجْتِهَادِهِ وَأَنَّ القَاتِلَ وَالمَقْتُولَ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي الجَنَّةِ وَلَمْ یُجَوِّزْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ الخَوْضَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ . [96]

ترجمہ: اھل السنۃ و الجماعۃ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی جنگ کے بارے میں مؤقف یہ ہے کہ ان کے درمیان جو اختلافات پیش آئے، ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان کے بارے میں صرف ایسی باتیں کہی جائیں جو ان کے شایانِ شان ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان معاملات میں زیادہ غور خوض کرنے سے کسی ایک طرف کے لیے دشمنی، بغض اور کینہ پیدا ہوتا ہے، جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرے، ان کے لیے رضائے الٰہی کی دعا کرے، ان کے لیے رحمت کی دعا کرے، ان کی فضیلت (جو اللہ تعالی نے عطا فرمائی) کو تسلیم کرے، اور ان کے ماضی کے کارناموں کا اعتراف کرے اور ان کی نیکیوں کو بیان کرے۔ حاصل یہ ہے کہ جو اختلافات صحابہ کے درمیان پیش آئے، وہ اجتہاد کی بنیاد پر تھے اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، چاہے وہ حق پر ہوں یا خطا پر، اجر ملے گا، مگر حق پر ہونے والے کا اجر دوگنا ہوگا۔ اور وہ صحابہ، چاہے وہ قتل کرنے والے ہوں یا مقتول، سب جنت میں جائیں گے۔ اہل السنت و الجماعت نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ صحابہ کے درمیان ہونے والے ان اختلافات میں کوئی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: اصل الاصول:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو جنگیں اور اختلافات پیش آئے ان میں خاموشی اختیار کرنا اور صرف وہی بات کہنا جائز ہے جو ان کی شان و عظمت کے لائق ہو۔

[96] عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ الکرام رضی اللہ عنہم: ص727

2: وجہ احتیاط:

- ان اختلافات میں زیادہ غور و خوض کرنے سے بعض صحابہ کے بارے میں دل میں بغض، کینہ اور دشمنی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، جو کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

3: واجب رویہ:

- ہر مسلمان پر لازم ہے کہ:
  1. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت رکھے۔
  2. ان کے لیے رضائے الٰہی اور رحمت کی دعا کرے۔
  3. ان کی سابقہ خدمات اور کارناموں کا اعتراف کرے۔
  4. ان کے مناقب کو بیان کرے۔

4: اجتہاد کی بنیاد:

- صحابہ کرام کے درمیان اختلافات اجتہادی تھے۔
- سب کو اجر ملے گا:
  - مصیب (درست اجتہاد کرنے والا) کو دوہرا اجر۔
  - مخطئ (خطا پر مبنی اجتہاد کرنے والا) کو ایک اجر۔

5: انجام و عاقبت:

- جو صحابہ ان جنگوں میں شریک ہوئے، چاہے قاتل ہوں یا مقتول، سب کے سب جنتی ہیں۔

6: اھل السنۃ والجماعۃ کی پابندی:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملات میں عقل و قیاس سے مداخلت کرنا اور اپنی آراء قائم کرنا جائز نہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

1: امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمَشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

قَدْ أَوْصٰى وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَظْمِ الْغَيْظِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَالْحِلْمِ عَنِ الْجَاهِلِ وَالتَّفَقُّهِ فِي الدِّينِ وَالتَّثَبُّتِ فِي الْأَمْرِ وَالتَّعَاهُدِ لِلْقُرْاٰنِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجْتِنَابِ الْفَوَاحِشِ وَوَصَّاهُمَا بِأَخِيهِمَا مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَوَصَّاهُ بِمَا وَصَّاهُمَا بِهِ وَأَنْ يُعَظِّمَهُمَا وَلَا يَقْطَعَ أَمْرًا دُونَهُمَا. [97]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ (پر جب قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ شدید زخمی ہوئے تو آپ) نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، غصہ کو برداشت کرتے رہنا، صلہ رحمی کرتے رہنا، جاہل کے مقابلے میں حلم و حوصلے سے کام لینا، دینی مسائل میں خوب سمجھ داری سے کام لینا، ہر معاملے میں غور و فکر سے کام لینا، قرآن کریم کی حفاظت کرنا، پڑوسیوں سے معاملات اچھے رکھنا، نیکی کا حکم اور برائی سے روکتے رہنا، بے حیائی سے دور رہنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں صاحبزادوں کو اُن کے بھائی محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت فرمائی اور محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کو بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے حسنِ سلوک کی، ان کی تعظیم کرنے اور ان کے بغیر فیصلہ نہ کرنے کی وصیت فرمائی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) صبر، حلم، غصہ پر قابو پانا، صلہ رحمی کرنا اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ضروری ہے۔

2) دین کے مسائل میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا اور ہر معاملے میں غور و فکر سے فیصلہ کرنا چاہیے۔

3) نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور بے حیائی سے بچنا فرض ہے۔

4) اہلِ بیت کے درمیان باہمی احترام قائم رکھنا اور قیادت کے فیصلوں میں اطاعت اختیار کرنا ضروری ہے۔

:2 امام عزالدین ابو الحسن علی بن محمد الشیبانی الجزری المعروف بابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

[97] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص350، 351 صفۃ مقتلہ رضی اللہ عنہ

وَدَخَلَ جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ: إِنْ فَقَدْنَاكَ وَلَا نَفْقِدُكَ فَنُبَايِعُ الْحَسَنَ؟ قَالَ: مَا اٰمُرُكُمْ وَلَا أَنْهَاكُمْ أَنْتُمْ أَبْصَرُ ثُمَّ دَعَا الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَالَ لَهُمَا أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللهِ وَلَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغَتْكُمَا وَلَا تَبْكِيَا عَلٰى شَيْءٍ زُوِيَ عَنْكُمَا وَقُولَا الْحَقَّ وَارْحَمَا الْيَتِيمَ وَأَعِينَا الضَّائِعَ وَاصْنَعَا لِلْآخِرَةِ وَكُونَا لِلظَّالِمِ خَصِيمًا وَلِلْمَظْلُومِ نَاصِرًا وَاعْمَلَا بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا تَأْخُذْكُمَا فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ. [98]

ترجمہ: حضرت جندب بن عبد اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اگر ہم آپ کو کھو دیں (یعنی آپ ہم سے جدا ہو جائیں)، تو کیا ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں تمہیں کچھ کرنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں، تم خود بہتر جانتے ہو۔ پھر انہوں نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان سے فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، دنیا کی طلب نہ کرو چاہے وہ تمہارے پیچھے آ جائے، جس چیز کو تم سے دور کیا جائے اس پر افسوس نہ کرو، حق بات کہو، یتیم پر رحم کرو، ضرورت مند کی ضرورت پوری کرو، آخرت کے لیے عمل کرو، ظالم کی ڈٹ کر مخالفت کرو اور مظلوم کی مدد کرو۔ کتاب اللہ کے مطابق عمل کرو اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا آپ پر اثر نہ ہو۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) سب سے پہلی وصیت تقویٰ اور اللہ کا خوف ہے۔
2) دنیا کی طلب و حرص نقصان دہ ہے اور چھن جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔
3) حق بات کہنا، یتیم پر رحم کرنا اور ضرورت مند کی مدد کرنا دین کی بنیادی تعلیم ہے۔
4) مظلوم کی مدد اور ظالم کے خلاف کھڑے ہونا اسلام کی ہدایت ہے۔
5) کتاب اللہ پر عمل اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کی پروا نہ کرنا اہل ایمان کی صفت ہے۔

---

[98] الکامل فی التاریخ: ج 3 ص 391 ذکر مقتل امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي الصَّهْبَاءِ قَالَ: لَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مُلْجِمٍ عَلِيًّا دَخَلَ عَلَيْهِ الْحَسَنُ وَهُوَ بَاكٍ فَقَالَ لَهُ : مَا يُبْكِيكَ يَا بُنَيَّ؟ قَالَ: وَمَا لِي لَا أَبْكِي وَأَنْتَ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ وَآخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا! فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! احْفَظْ أَرْبَعًا وَأَرْبَعًا لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ. قَالَ: وَمَا هُنَّ يَا أَبَةَ؟ قَالَ: إِنَّ أَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ وَأَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ وَأَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ الْكَرَمُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ. قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَةَ! هٰذِهِ الْأَرْبَعُ فَأَعْطِنِي الْأَرْبَعَ الْأُخَرَ. قَالَ: إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ، فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرَّكَ وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ يُقَرِّبُ إِلَيْكَ الْبَعِيدَ وَيُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ يَقْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَا يَكُونُ إِلَيْهِ وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ. [99]

ترجمہ: عقبہ بن ابی صہباء سے روایت ہے کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اپنے والد کے پاس آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے کہا: میں کیوں نہ روؤں جبکہ آپ آخرت کے پہلے دن اور دنیا کے آخری دن میں ہیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بیٹے! چار باتیں اور ان کے ساتھ مزید چار باتیں یاد رکھو، یہ باتیں ملحوظ خاطر رکھو گے تو تمہیں کوئی عمل نقصان نہیں دے گا۔ انہوں نے عرض کی: ابو! وہ چار باتیں کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: سب سے بڑی بے نیازی عقل ہے۔ سب سے بڑی محتاجی بے عقلی (حماقت) ہے۔ سب سے بڑی وحشت خود پسندی (عُجب) ہے۔ سب سے بڑی عزت حسن اخلاق اور سخاوت ہے۔ میں نے عرض کی: ابو جان! یہ چار باتیں تو بیان فرما دیں، اب باقی چار بھی فرما دیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بیٹے! احمق سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ آپ کو نفع پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان دے بیٹھے گا۔ جھوٹے سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ دور کی چیز کو قریب اور قریب کی چیز کو دور کر کے دکھائے گا۔ بخیل سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ جب آپ کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہو گی تو وہ تمہیں

[99] تاریخ دمشق: ج42 ص561

چھوڑ دے گا۔ فاسق سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ معمولی چیز کے بدلے میں تمہیں بیچ دے گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ حَنْفِيَّةَ قَالَ: وَاللهِ إِنِّي لِأُصَلِّي تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي ضُرِبَ فِيهَا عَلِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ قَرِيبًا مِنَ السُّدَّةِ فِي رِجَالٍ كَثِيرٍ مِنْ أَهْلِ الْمِصْرِ مَا فِيهِمْ إِلَّا قِيَامٌ وَرُكُوعٌ وَسُجُودٌ وَمَا يَسْأَمُونَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ إِلَى آخِرِهِ إِذْ خَرَجَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ فَجَعَلَ يُنَادِي: أَيُّهَا النَّاسُ! الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ. فَمَا أَدْرِي أَتَكَلَّمَ بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ أَوْ نَظَرْتُ إِلَى بَرِيقِ السُّيُوفِ. وَسَمِعْتُ: الْحُكْمُ لِلَّهِ، لَا لَكَ يَا عَلِيُّ! وَلَا لِأَصْحَابِكَ فَرَأَيْتُ سَيْفًا، ثُمَّ رَأَيْتُ نَاسًا وَسَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: لَا يَفُوتُكُمُ الرَّجُلُ وَشَدَّ عَلَيْهِ النَّاسُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ فَلَمْ أَبْرَحْ حَتَّى أُخِذَ ابْنُ مُلْجِمٍ فَأُدْخِلَ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَدَخَلْتُ فِيمَنْ دَخَلَ مِنَ النَّاسِ فَسَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ إِنْ هَلَكْتُ فَاقْتُلُوهُ كَمَا قَتَلَنِي وَإِنْ بَقِيتُ رَأَيْتُ فِيهِ رَأْيِي. [100]

ترجمہ: محمد ابن حنیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں اس رات مسجدِ اعظم میں نماز پڑھ رہا تھا جس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ میں اس جگہ کے قریب تھا جہاں شہر کے بہت سے لوگ جمع تھے جو قیام، رکوع اور سجدے میں مشغول تھے، اور شروع رات سے آخر رات تک عبادت کرتے اکتاتے نہیں تھے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لیے تشریف لائے اور لوگوں کو آواز لگانے لگے: اے لوگو، نماز (کے لیے آ جاؤ)! نماز (کے لیے آ جاؤ)! پھر میرے علم میں نہیں کہ انہوں نے یہ الفاظ کہے یا (اس سے پہلے) میں نے تلواروں کی چمک دیکھی، اور آواز سنی: 'حکم اللہ ہی کا ہے، نہ کہ علی کا اور نہ اس کے ساتھیوں کا۔ میں نے ایک تلوار دیکھی، پھر لوگوں کو دیکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جو فرما رہے تھے: اس آدمی کو جانے نہ دینا۔ لوگ ہر طرف سے اس پر جھپٹ پڑے، اور میں وہیں تھا جب ابن ملجم کو پکڑا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ میں

[100] المعجم الکبیر: ج1 ص61

بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اندر داخل ہوئے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: جان کے بدلے جان (یعنی قتل کے بدلے قتل ہو گا)۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسے قتل کر دینا جیسے اس نے مجھے قتل کیا، اور اگر میں زندہ رہ گیا تو اس کے بارے میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) مسجد میں لوگ پوری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے، جس سے ان کے ذوقِ عبادت کا پتا چلتا ہے۔

2) خارجی فکر کا نعرہ "اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ" اسی موقع پر بلند ہوا جس سے ان کے نظریہ اور فساد کا اظہار ہوا۔

3) آپ رضی اللہ عنہ نے قصاص کے اصول کی وضاحت کی کہ "النفس بالنفس": اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسے قتل کرنا، اور اگر زندہ رہ گیا تو میں خود فیصلہ کروں گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غسل، تدفین و جنازہ:

امام ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) لکھتے ہیں:

مَاتَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ. وَغَسَّلَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ .[101]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے (اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو اپنی رضا نصیب فرمائے)۔ انہیں حسن، حسین اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص شامل نہ تھی۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے گمراہ لوگوں کو جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بعض لوگوں نے یہ نظریہ بنا لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری آنکھوں سے غائب ہوئے ہیں (ان کا انتقال نہیں ہوا) اور قبل از قیامت تشریف لائیں گے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں اس عقیدے کی تردید فرمائی۔ (اس عقیدے کو اختیار کرنے والا سب سے پہلے عبد اللہ

---

[101] الکامل فی التاریخ: ج3 ص392

بن سبا تھا بعد میں دوسرے غالی فرقوں کا بھی یہی عقیدہ بن گیا) چنانچہ:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ هٰذِهِ الشِّيْعَةَ تَزْعُمُ أَنَّ عَلِيّاً مَبْعُوْثٌ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ كَذَبُوا وَاللهِ مَا هٰؤُلَاءِ بِالشِّيْعَةِ لَوْ عَلِمْنَا أَنَّهُ مَبْعُوْثٌ مَا زَوَّجْنَا نِسَاءَهُ وَلَا اقْتَسَمْنَا مَالَهُ. [102]

ترجمہ: حضرت عمرو بن الاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا: ایک گروہ کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے دوبارہ بھیجے جائیں گے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ (ہم سے تعلق رکھنے والا) گروہ نہیں ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ آئیں گے تو ہم ان کی بیواؤں کی شادی نہ کراتے اور نہ ان کے مال کو تقسیم کرتے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت یقینی ہے، کسی قسم کے غَیبَت یا رَجعت کے عقیدے کی کوئی اصل نہیں۔
2) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے واضح فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ایسا یقینی امر ہے کہ جس کے نتیجے میں ان کی ازواج کی عدت اور ان کا نکاح ثانی اور ان کے ترکہ کی تقسیم عمل میں لائی گئی ہے۔
3) اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے عملًا یہ تعلیم دی کہ انتقال کے بعد وراثت اور نکاح کے احکام لاگو ہوتے ہیں۔
4) حقیقی پیروکار وہ ہیں جو کتاب و سنت اور اہل بیت کی راہ پر ہوں، نہ کہ وہ جو غلو اور جھوٹے عقیدے گھڑیں۔
5) جس بات کا نتیجہ شریعت کے قطعی احکام (جیسے عدت، نکاح اور وراثت) کے خلاف نکلے، وہ باطل عقیدہ ہے۔
6) سبائی اور غالی فرقوں کے افکار کو اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم نے براہِ راست رد فرمایا۔

---

[102] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص430

خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ بَايَعَهُ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ لَهُ: اُبْسُطْ يَدَكَ، أُبَايِعْكَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ وَقِتَالِ الْمُحِلِّينَ. فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَأْتِي مِنْ وَرَاءِ كُلِّ شَرْطٍ فَبَايَعَهُ وَسَكَتَ وَبَايَعَهُ النَّاسُ. [103]

ترجمہ: سب سے پہلے جنہوں نے (حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما) کی بیعت کی، وہ قیس بن سعد تھے۔ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں، میں آپ سے اللہ عزوجل کی کتاب، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور نافرمانوں سے جنگ پر بیعت کرتا ہوں۔ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت پر، کیونکہ وہ ہر شرط سے بالاتر ہے۔ چنانچہ قیس نے ان سے بیعت کرلی اور خاموش رہے، پھر لوگوں نے بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

شہادتِ علی رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ حَبَشِيٍّ قَالَ: خَطَبَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بَعْدَ قَتْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: لَقَدْ فَارَقَكُمْ رَجُلٌ أَمْسِ مَا سَبَقَهُ الْأَوَّلُونَ بِعِلْمٍ وَلَا أَدْرَكَهُ الْآخِرُونَ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَبْعَثُهُ وَيُعْطِيهِ الرَّايَةَ فَلَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يُفْتَحَ لَهُ مَا تَرَكَ مِنْ صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا سَبْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ مِنْ عَطَائِهِ كَانَ يَرْصُدُهَا لِخَادِمٍ لِأَهْلِهِ. [104]

ترجمہ: عمرو بن حبشی کہتے ہیں: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں کے درمیان ایک ایسا شخص رخصت ہوا ہے جو پہلے لوگوں میں سے کسی کے علم

[103] تاریخ الامم والملوک: ج3 ص164

[104] فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص595 رقم الحدیث 1013

سے آگے بڑھ کر گیا، اور نہ ہی بعد میں آنے والوں نے اس کی مانند علم حاصل کیا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھیجتے، ان کے ہاتھ میں پرچم دیتے، اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹتے تھے جب تک کہ ان کے لیے میدان کارزار فتح نہ ہو جائے۔ انہوں نے (دنیاوی مال) میں سے سونا، چاندی کچھ بھی (وراثت میں) نہیں چھوڑا سوائے سات سو درہم کے جو ان کی عطا میں سے تھے، اور آپ انہیں اپنے اہل و عیال کے لیے ایک خادم کی خریداری کے لیے جمع کر رہے تھے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم خلفاء ثلاثہ (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) سے بڑھا ہوا نہیں تھا اور نہ ہی بعد میں آنے والے لوگ علم میں سے آگے بڑھ سکے۔

2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بارہا جھنڈا عطا فرمایا اور ہر موقع پر اللہ نے انہیں فتح سے سرفراز کیا۔

3) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دنیا میں زہد و قناعت کا اعلیٰ نمونہ چھوڑا، دنیا (سونا چاندی) جمع کرنے والے نہ تھے۔

4) سات سو درہم کا چھوڑنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے لیے ہی معمولی ساماں رکھتے تھے، دنیا کمانا یا جمع کرنا مقصد نہ تھا۔

5) اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے لیے خادم کا اہتمام ان کی گھریلو ذمہ داریوں کو صحیح طور پر نبھانے کی علامت ہے۔

6) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ ان کے والد کی عظمت علم، جہاد اور زہد میں بے مثال تھی۔

شہادت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اثر:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

لَمَّا جَاءَ خَبَرُ قَتْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَعَلَ يَبْكِي فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ:

اَتَبْکِیْهِ وَ قَدْ قَاتَلْتَهُ؟ فَقَالَ وَيْحَكِ! اِنَّكِ لَا تَدْرِيْنِ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ. [105]

ترجمہ: جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ بے ساختہ رونے لگے۔ ان کی بیوی ان کے پاس موجود تھیں وہ کہنے لگیں کہ آپ علی المرتضی کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور اب رونے لگے ہیں؟ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو فرمایا: کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نہیں جانتی کہ (حضرت علی رضی اللہ کی وفات سے) اہل اسلام کا فضیلت، فقہ اور علم میں کس قدر نقصان ہوا ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اختلاف کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے معترف تھے۔
2. اصحاب علم و فضل کے جانے سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔
3. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اجتہادی اختلافات کے باوجود دلوں میں ایک دوسرے کا احترام باقی رہا۔
4. امت کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ دشمنی اور اختلاف کے باوجود انصاف اور حق گوئی کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔

مدتِ خلافت:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْكَلْبِيُّ: بُوْيِعَ الْحَسَنُ فَوَلِيَهَا سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَأَحَدَ عَشَرَ يَوْماً ثُمَّ سَلَّمَ الأَمْرَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. [106]

ترجمہ: حضرت کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، تو انہوں نے سات ماہ اور گیارہ دن خلافت کی، پھر خلافت کا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔

---

[105] البدایہ والنہایہ: ج4 ص526 تحت ترجمة معاوية بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

[106] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص338

صلح حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کے اہم نکات

پس منظر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اجتہادی اختلافات موجود رہے لیکن اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اپنے لیے دعویٰ خلافت نہیں کیا تھا یہی وجہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق میں "امیر المومنین" جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں صرف "امیر" کہلاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ خلافت کیا اور اپنی خلافت کی بیعت لی اور امیر المومنین کہلائے۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ بِالْعِرَاقِ يُدْعىٰ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ بِالشَّامِ يُدْعَى الْأَمِيْرَ فَلَمَّا مَاتَ عَلِيٌّ دُعِيَ مُعَاوِيَةُ بِالشَّامِ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. [107]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق میں امیر المومنین کہلاتے تھے جبکہ شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صرف امیر کہلاتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر المومنین کہلائے۔

1: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت:

دوسری طرف مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

كَانَ أَوَّلَ مَنْ تَقَدَّمَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ

---

[107] تاریخ دمشق لابن عساکر: ج59 ص146 تحت ترجمة معاوية بن صخر ابی سفیان بن حرب رضی اللہ عنہما

لَهُ. اُبْسُطْ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وسنَّةِ نَبِيِّهِ فَسَكَتَ الْحَسَنُ فَبَايَعَهُ ثُمَّ بَايَعَهُ النَّاسُ بَعْدَهٗ. [108]

ترجمہ: سب سے پہلے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی: (بیعت فرمانے کے لیے) اپنا ہاتھ بڑھائیں میں کتاب اللہ اور سنت نبویہ کی پیروی پر آپ کی بیعت کرتا ہوں چنانچہ آپ نے ان کی بیعت لے لی اور ان کے بعد باقی لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

2: بیعت کی اہم شرائط:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: بَايَعَ أَهْلُ الْعِرَاقِ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِالْخِلافَةِ فَطَفِقَ يَشْتَرِطُ عَلَيْهِمُ الْحَسَنُ: إِنَّكُمْ سَامِعُونَ مُطِيْعُوْنَ تُسَالِمُوْنَ مَنْ سَالَمْتُ وَتُحَارِبُوْنَ مَنْ حَارَبْتُ فَارْتَابَ أَهْلُ الْعِرَاقِ فِي أَمْرِهِمْ حِينَ اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ هٰذَا الشَّرْطَ وَقَالُوا: مَا هٰذَا لَكُمْ بِصَاحِبٍ وَمَا يُرِيدُ هٰذَا الْقِتَالَ. [109]

ترجمہ: حضرت زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اہل عراق نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت شروع کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ شرط بھی ذکر فرمائی کہ آپ لوگ میری بات سنیں گے اور مانیں گے جس سے میں صلح کروں گا اس سے تم لوگ بھی صلح کرو گے اور جس سے میں لڑوں گا تم لوگ بھی لڑو گے۔ بعض عراقی لوگ (جو اہل شام سے صلح کے حق میں نہیں تھے) اس شرط کو سن کر سٹپٹائے اور کہنے لگے کہ حسن ہمارے مطلب کا آدمی نہیں یہ تو لڑائی نہیں چاہتا۔

فائدہ: بعض شر پسند عناصر کی طرف سے آپ کے اس پُر حکمت فیصلے کی بنیاد پر طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا، انتہائی نامناسب الفاظ سے آپ کا ذکر کیا گیا لیکن ان سب کے باوجود آپ نے صلح اور امن کو مقدم رکھا۔

---

[108] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص402 تحت خلافۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

[109] تاریخ الطبری: ج5 ص162 ذکر بیعۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کو محض علامتی قبولِ منصب نہیں سمجھا بلکہ اس میں واضح سیاسی اور عملی ذمہ داری جوڑی۔
2. امیرِ جماعت کے فیصلے اور صلح و قتال کے طرزِ عمل کا اثر براہِ راست ان کے پیروکاروں پر پڑتا ہے۔
3. حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ شرط امت میں یکجہتی کو مقدم رکھنے والی سیاسی حکمت عملی ہے۔
4. بیعت کے ساتھ حاکم کے اختیار اور اس کے طرزِ عمل کی قبولیت بھی منسلک ہو سکتی ہے۔
5. یہ شرط حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی امن پسندی اور فساد سے بچنے کی روح کو ظاہر کرتی ہے، نہ کہ کمزوری کو۔
6. سیاسی بیعت محض لفظی نہیں بلکہ عملی ضوابط اور وابستگیوں کے ساتھ آتی ہے جن کے نتائج شریعت اور سلوک دونوں سے مربوط ہوتے ہیں۔

3: لڑائی کا سدِباب:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والی مخاصمت کو دیکھ چکے تھے اس لیے آپ کی چاہت یہ تھی کہ اب یہ لڑائی مزید آگے نہ بڑھے۔ آپ نے اپنے ابتدائی خطبے میں اس کی وضاحت فرمادی۔

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

أَنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بِالْمَدَائِنِ بَعْدَ قَتْلِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَخَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ.. فَإِنِّي وَاللهِ مَا أَحْبَبْتُ أَنْ أَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَزِنُ مِثْقَالَ حَبَّةِ خَرْدَلٍ يُهْرَاقُ فِيهَا مِحْجَمَةٌ مِّنْ دَمٍ مُنْذُ عَقَلْتُ مَا يَنْفَعُنِي مِمَّا يَضُرُّنِي. [110]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ مدائن میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس

[110] فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم: ص 773 رقم الحدیث: 1364 باب فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

جمع ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور نفع اور نقصان والے کاموں میں فرق سمجھا ہے تب سے مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ میں (اپنے نانا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا رائی کے دانے کے برابر کسی ایسے کام کا ذمہ دار بنوں جس میں کسی کا ایک قطرہ خون بہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خطبے سے امن پسندی کو اختیار کرنے اور خونریزی کو چھوڑنے کا سبق ملتا ہے۔
2. حضرت حسن رضی اللہ عنہ امت کے باہمی اتحاد اور جانوں کے تحفظ کو سیاست اور حکومت پر مقدم رکھتے تھے۔
3. قیادت کا مقصد حکومت کرنا نہیں بلکہ امت کی جان، مال اور امن کی حفاظت کرنا ہے۔

4: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری:

اتحادِ امت کے وسیع تر مفاد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت سے دستبردار ہونا پڑا کیونکہ متحدہ خلافت کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ مزید یہ کہ باہمی انتشار اور قتل و قتال کا سدباب متحدہ خلافت کی صورت میں نہیں ہو سکتا تھا۔

5: صلح کی پیش کش:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی کے اثرات دور تلک پھیل گئے، سب سے زیادہ اثر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کی پیش کش کی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ: اِسْتَقْبَلَ وَاللهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ العَاصِ: إِنِّي لَأَرٰى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتّٰى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ: أَيْ عَمْرُو! إِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ مَنْ لِيْ بِأُمُورِ النَّاسِ مَنْ لِيْ بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِيْ بِضَيْعَتِهِمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللهِ

بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ فَقَالَ: اِذْهَبَا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُولَا لَهُ: وَاطْلُبَا إِلَيْهِ. [111]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف) پہاڑوں جیسے بڑے لشکر لے کر روانہ ہوئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو ختم کیے بغیر واپس نہیں جائے گا۔ یہ بات سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو! اگر اِس (میری) فوج نے اُس (حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی) فوج کو اور اُن لوگوں نے اِن لوگوں کو قتل کر دیا تو میرے پاس عوام کی دیکھ بھال کرنے والا کون رہے گا؟ عوام الناس اور خواتین کا خیال کون رکھے گا؟ لوگوں کی جائیدادوں کی خبر گیری کون کرے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو شخص بھیجے۔ عبد الرحمٰن بن سَمُرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کُرَیز رضی اللہ عنہما۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ! اور ان کے سامنے صلح کی پیش کش کرو۔ اسی مفاہمت والے معاملے پر ان سے گفتگو کرو اور فیصلہ انہی کی مرضی پر چھوڑ دو۔

6: تجاویز صلح کو قبول کرنا:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

(عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ) فَأَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ: فَطَلَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ المُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا المَالِ وَإِنَّ هٰذِهِ الأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ: فَمَنْ لِيْ بِهٰذَا قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ فَقَالَ الحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى المِنْبَرِ وَالحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرٰى وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ المُسْلِمِينَ. [112]

---

[111] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2704

[112] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2704

ترجمہ: (حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ تشریف لے گئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اولاد عبدالمطلب ہیں ہمیں (اپنے والد کی خلافت اور اپنے زمانہ) خلافت میں لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ یہ امت اپنے ہی خون میں لت پت ہو چکی ہے (فساد اور خون خرابے کو ختم کرنے کے لیے صلح ضروری ہے اور صلح کو برقرار رکھنے کے لیے لوگوں پر خرچ کرنا ضروری ہے تاکہ صلح کے مخالف لوگوں کا منہ بند رہے اور صلح کے موافق لوگوں کو اس کے ثمرات نظر آئیں) وہ حضرات کہنے لگے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو (لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے والے عظیم مقصد کے لیے) رقم دینے کے لیے تیار ہیں اور آپ سے صلح کرنے کے خواہش مند ہیں۔ انہوں نے باہمی مفاہمت سے فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے (مزید اطمینان قلبی کے لیے) فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ دونوں قاصدوں نے عرض کی کہ یہ ذمہ داری ہم لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جس چیز کے بارے میں ضمانت مانگی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم ضامن ہیں۔ آخر کار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتھے آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف فرماتھے آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

فقہ الاحادیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ سے خوفزدہ نہیں تھے بلکہ انہیں اپنے بعد عوام الناس کی فکر دامن گیر تھی۔

2) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابتداءً مصالحت کی پیش کش کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن سَمُرہ اور عبداللہ بن عامر بن کُرَیز رضی اللہ عنہما کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اگرچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ صلح کا ارادہ اس پیش کش سے پہلے ہی کر چکے تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا۔

3) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حالات کے تناظر میں امت کی بھلائی اسی میں دیکھی کہ اپنی خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔

4) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی بھی موجود تھی۔

5) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دب کر یا مجبور ہو کر صلح نہیں کی بلکہ آپ کے پاس لاکھوں وفاداروں پر مشتمل بہت بڑا لشکر تھا جس کے ہوتے ہوئے آپ صلح پر "مجبور" نہیں ہو سکتے تھے۔

6) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح بند کمرے میں کرنے کے بجائے لاکھوں کے لشکر کی موجودگی میں کی تاکہ یہ بات سب پر واضح ہو جائے کہ ہماری آپس میں صلح ہو گئی ہے، میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنی خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔

7: شرائطِ صلح:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چند شرائط پیش کی جنہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور پورا بھی کیا چنانچہ جن شرائط صلح کا ثبوت صحیح اور معتبر روایات حدیث و تاریخ سے ملتا ہے وہ درج ذیل چار شرائط تھیں:

شرط نمبر 1: ہمارے اوپر دل کھول کر خرچ کیا جائے تاکہ صلح کے مخالفین خاموش رہیں اور اُمت مسلمہ کے حالات پر امن رہیں۔ (اس شرط کی وجہ یہ تھی چونکہ جود و سخا، فیاضی و کرم نوازی اہل بیت کی فطرت میں داخل تھی اس لیے اس کے ذریعے وہ لوگوں پر پہلے کی طرح خرچ کر سکیں)۔

شرط نمبر 2: کوفہ کے بیت المال میں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پچاس لاکھ دراہم عطا کئے جائیں گے۔

شرط نمبر 3: دارأَبْجِرْد (جگہ کا نام ہے) کا خراج (ٹیکس) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے مختص ہو گا۔

شرط نمبر 4: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اُن کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید نہیں کی جائے گی۔

اب وہ روایت پیش کی جاتی ہے جن میں شرائط صلح کا ذکر ہے:

قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: اسْتَقْبَلَ وَاللهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: وَكَانَ وَاللهِ خَيْرَ

الرَّجُلَيْنِ أَيْ عَمْرُو ! إِنْ قَتَلَ هَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ مَنْ لِي بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ فَقَالَ: اذْهَبَا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُولَا لَهُ وَاطْلُبَا إِلَيْهِ فَأَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ فَطَلَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا، وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ. قَالَ: فَمَنْ لِي بِهٰذَا؟ قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ. فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ، يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: إِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ. [113]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف) پہاڑوں جیسے بڑے لشکر لے کر روانہ ہوئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص) نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مد مقابل کو ختم کیے بغیر واپس نہیں جائے گا۔ یہ بات سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عَمرو! اگر اس (میری) فوج نے اس (حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فوج کو اور اُن لوگوں نے اِن لوگوں کو قتل کر دیا تو میرے پاس عوام کی دیکھ بھال کرنے والا کون رہے گا؟ عوام الناس اور خواتین کا خیال کون رکھے گا؟ لوگوں کی جائیدادوں کی خبر گیری کون کرے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو شخص بھیجے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہما۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ! اور ان کے سامنے صلح کی پیش کش کرو۔ اسی مفاہمت والے معاملے پر ان سے گفتگو کرو اور

[113] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2704

فیصلہ انہی کی مرضی پر چھوڑ دو چنانچہ یہ لوگ تشریف لے گئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اولاد عبد المطلب ہیں ہمیں (اپنے والد کی خلافت اور اپنے زمانہ) خلافت میں لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ یہ امت اپنے ہی خون میں لت پت ہو چکی ہے (فساد اور خون خرابے کو ختم کرنے کے لیے صلح ضروری ہے اور صلح کو بر قرار رکھنے کے لیے لوگوں پر خرچ کرنا ضروری ہے تاکہ صلح کے مخالف لوگوں کا منہ بند رہے اور صلح کے موافق لوگوں کو اس کے ثمرات نظر آئیں) وہ حضرات کہنے لگے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے والے عظیم مقصد کے لیے) رقم دینے کے لیے تیار ہیں اور آپ سے صلح کرنے کے خواہش مند ہیں۔ انہوں نے باہمی مفاہمت سے فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے (مزید اطمینان قلبی کے لیے) فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ دونوں قاصدوں نے عرض کی کہ یہ ذمہ داری ہم لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جس چیز کے بارے میں ضمانت مانگی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم ضامن ہیں۔ بالآخر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کرلی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتے تھے آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف فرماتے تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

فائدہ: اس روایت میں صلح کی ایک شرط کا ذکر ہے۔ باقی تین شرائط امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) ذکر کرتے ہیں:

لَمَّا رَأَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَفَرُّقَ جَيْشِهِ عَلَيْهِ مَقَتَهُمْ وَكَتَبَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ قَدْ رَكِبَ فِي أَهْلِ الشَّامِ فَنَزَلَ مَسْكِنَ يُرَاوِضُهُ عَلَى الصُّلْحِ بَيْنَهُمَا، فَبَعَثَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ فَقَدِمَا عَلَيْهِ الْكُوفَةَ فَبَذَلَا لَهُ

مَا أَرَادَ مِنَ الْأَمْوَالِ فَاشْتَرَطَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْكُوفَةِ خَمْسَةَ آلَافِ أَلْفِ دِرْهَمٍ وَأَنْ يَكُوْنَ خِرَاجَ دَارِ أَبْجِرْدَ لَهُ وَأَنْ لَا يُسَبَّ عَلِيٌّ وَ هُوَ يَسْمَعُ فَإِذَا فُعِلَ ذٰلِكَ نَزَلَ عَنِ الْإِمْرَةِ لِمُعَاوِيَةَ وَيَحْقِنُ الدِّمَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَاصْطَلَحُوا عَلٰى ذٰلِكَ وَاجْتَمَعَتِ الْكَلِمَةُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.[114]

ترجمہ: جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے لشکر میں افتراق وانتشار دیکھا تو آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور آپ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ایک خط لکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ شام کے ساتھ سوار ہو کر مقام "مسکن" پر ٹھہرے ہوئے تھے اور جانبین کے درمیان صلح کی کوشش فرما رہے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عامر اور عبد الرحمٰن بن سمرہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں بھیجا، جس قدر مال حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چاہا ان دونوں نے وہ انہیں دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط بھی مقرر کی کہ کوفہ کے بیت المال سے آپ کو پچاس لاکھ درہم حاصل ہوں گے اور دار اَبْجِرْد کا خراج (ٹیکس) بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے ہو گا اور ان کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی ہتک آمیز کلام نہیں کیا جائے گا۔ جب وہ ایسا کر لیں گے (یعنی ان شرائط کو قبول کر لیں گے) تو آپ رضی اللہ عنہ ؛حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں امارت سے دستبردار ہو جائیں گے اور یوں مسلمان آپس کی خونریزی سے بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ یوں ان دونوں حضرات کے درمیان مصالحت ہوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متفقہ طور پر خلافت کے لیے نامزد ہو گئے۔

فائدہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی مکمل ہوئی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

---

[114] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص403 خلافۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

عہد معاویہ میں

خلافت کی منتقلی:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سَلَّمَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [115]

ترجمہ: حضرت علی بن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

شیعہ مصنف ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی بن الحسن الطوسی (ت460ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فُضَيْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَقُوْلُ: إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ (صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا) اَنْ أَقْدِمَ أَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَدِمُوْا الشَّامَ فَأَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَأُعِدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءُ فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ قُمْ يَا قَيْسُ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِيْ يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. [116]

ترجمہ: فضیل غلام محمد بن راشد سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف اک خط لکھا (جس میں یہ تھا) کہ آپ، آپ کے بھائی حسین اور دیگر احباب ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ جب یہ حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگے تو قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ (حضرت

---

[115] تاریخ الطبری: ذکر بیعۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

[116] اختیار معرفۃ الرجال المعروف: ج1 ص325 تحت ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادۃ

معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس) شام پہنچے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اندر آنے کی درخواست کی۔(یہ حضرات اندر تشریف لے گئے) اس مجلس میں کئی خطباء جمع کیے گئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ اٹھیں اور بیعت کریں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ اٹھیں اور بیعت کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ اٹھیں اور بیعت کریں۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا (کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے قیس! وہ (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ) میرے امام ہیں۔ (جب انہوں نے بیعت کر لی تو میں نے بھی کر لی، اس لیے بیعت کر لی جائے)

خلافت سے دستبرداری؛ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زبانی:

امام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (ت 852ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: قُمْ! فَتَكَلَّمْ فَقَامَ: فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَكْيَسَ الْكَيْسِ التُّقٰى وَإِنَّ أَعْجَزَ الْعَجْزِ الْفُجُورُ أَلَا وَإِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ الَّذِي اخْتَلَفْتُ فِيهِ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ حَقٌّ لِامْرِئٍ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنِّي أَوْ حَقٌّ لِي تَرَكْتُهُ لِإِرَادَةِ إِصْلَاحِ الْمُسْلِمِينَ وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ. [117]

ترجمہ: جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو اپنی صلح کے بارے میں مطلع کیجیے! چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: دانشمندوں میں سے سب سے بڑا دانشمند انسان وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو اور عاجزوں میں سے سب سے بڑا عاجز انسان وہ ہے جو اللہ کا نافرمان ہو۔ یہ (خلافت

[117] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج13 ص80 باب قول النبی للحسن بن علی ان ابنی هذا لسید

والا) معاملہ جس میں میرا اور معاویہ کا اختلاف ہوا۔ یا تو یہ اس شخص کا حق تھا جو مجھ سے زیادہ اس کا حقدار ہے یا پھر یہ میرا حق تھا جسے میں نے لوگوں کے مابین بھلائی کے لیے اور انہیں خونریزی سے بچانے کے لیے چھوڑ (کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر) دیا ہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملے کو ذاتی مفاد یا طاقت کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اسے امت کے اتحاد اور امن کی خاطر قربان کیا۔
2) صلح کا اصل مقصد مسلمانوں کے درمیان خونریزی کو روکنا اور ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا تھا۔
3) حقیقی دانائی تقویٰ میں ہے اور اصل محرومی و ناکامی گناہوں میں ہے۔
4) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امت کے سامنے یہ وضاحت کر دی کہ ان کا فیصلہ کمزوری یا مجبوری کا نہیں بلکہ شعوری اور اصلاحی قدم تھا۔
5) بڑا سیاسی حق بھی اگر امت کے اتحاد اور مسلمانوں کے خون کے مقابل آجائے تو اس کو قربان کر دینا افضل ہے۔
6) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی "إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ" کی عملی تعبیر کے طور پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ امت کے بڑے مصالح کی خاطر صلح کے ذریعے "سید" ثابت ہوئے۔

صلح کے بعد باہمی تعلقات:

نمبر1: امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَدِمَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ: لَأُجِيزَنَّكَ بِجَائِزَةٍ لَمْ يُجِزْهَا أَحَدٌ كَانَ قَبْلِي. فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَمِائَةِ أَلْفِ أَلْفٍ.[118]

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

[118] البدایہ والنہایہ: ج ص532

پاس (شام) تشریف لائے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: میں آپ کو ایسا انعام دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیا، پھر انہیں چالیس کروڑ (400,000,000) درہم (یا دینار) عطا کیے۔

نمبر2: امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ يَقْبَلُ جَوَائِزَ مُعَاوِيَةَ وَمُعَاوِيَةُ يَرَى لَهُ وَيَحْتَرِمُهُ وَيُجِلُّهُ . [119]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحفے قبول فرمایا کرتے تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے لیے (اپنے دل میں) خاص مقام رکھتے، ان کا احترام کرتے اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

نمبر3: امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْعُقَبِ قَالَ: كَانَ مُعَاوِيَةُ إِذَا تَلَقَّى الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ قَالَ لَهُ: مَرْحَبًا وَّأَهْلًا بِابْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا تَلَقَّى عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ لَهُ: مَرْحَبًا بِابْنِ عَمَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بِثَلَاثِمِائَةِ أَلْفٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمِائَةِ أَلْفٍ . [120]

ترجمہ: محمد بن عبد اللہ بن ابی العقب سے روایت ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کرتے تو ان کا بھرپور استقبال کرتے اور کو خیر مقدم کہتے۔ اور جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتے تو کہتے: خوش آمدید ہو، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد! اور آپ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تین لاکھ (درہم) ہدیہ دینے کا حکم دیتے، اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک لاکھ درہم ہدیہ دینے کا حکم دیتے۔

فقہ الاحادیث:

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

---

[119] سیر اعلام النبلاء: ج3 ص291

[120] تاریخ دمشق لابن عساکر: ج59 ص194

1) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بے مثال انعام دے کر عملی طور پر ان کی عزت و تکریم کو ظاہر کیا۔

2) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ انعام اپنی سخاوت کے اظہار کے طور پر دیا، جو ان کے سیاسی تدبر اور تعلقات کو مضبوط بنانے کا ذریعہ بھی تھا۔

3) یہ انعام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شانِ فضیلت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شانِ سخاوت دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔

4) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحائف قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں میں اعتماد اور خیر خواہی کے جذبات موجود تھے۔

5) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کرنے والوں کو جواب دے کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عظمت کو واضح کیا۔

سفر آخرت

وفات سے قبل خواب:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (ت 230ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: رَأَى الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ كَأَنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ. فَاسْتَبْشَرَ بِهِ وَأَهْلُ بَيْتِهِ فَقَصُّوهَا عَلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فَقَالَ: إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاهُ فَقَلَّ مَا بَقِيَ مِنْ أَجَلِهِ فَمَا بَقِيَ إِلَّا أَيَّامًا. [121]

ترجمہ : حضرت عمران بن عبد اللہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خواب میں دیکھا کہ گویا ان کی پیشانی کے درمیان لکھا ہوا ہے: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، اس خواب سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھر والے بہت خوش ہوئے۔ جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر ان کا خواب واقعتاً ایسا ہے تو ان کی زندگی کے دن کم رہ گئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ چند دن حیات رہے۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) اولیاء اللہ کے اچھے خواب ان کے لیے بشارت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

2) قرآن کریم کی سورہ اخلاص کی نسبت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونا ان کے اخلاص اور عقیدہ توحید میں پختگی کی علامت ہے۔

3) خواب کبھی قریبی واقعات کی خبر بھی دیتے ہیں۔

4) خواب کی تعبیر؛ ماہرین تعبیر سے لینی چاہیے۔

[121] الطبقات الکبریٰ: ج 1 ص 334 رقم الترجمہ 292

5) کبھی موت کی خبریں خواب کے ذریعے صالحین پر ظاہر کر دی جاتی ہیں، تاکہ وہ مزید تیاری کر لیں۔

آخری ایام:

نمبر 1: امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَنٍ قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ كَثِيرَ نِكَاحِ النِّسَاءِ وَكَانَ قَلَّ مَا يَحْظَيْنَ عِنْدَهُ وَكَانَ قَلَّ امْرَأَةٌ تَزَوَّجَهَا إِلَّا أَحَبَّتْهُ وَضَنَتْ بِهِ فَيُقَالُ: إِنَّهُ كَانَ سُقِيَ سَمًّا ثُمَّ أَفْلَتَ ثُمَّ سُقِيَ فَأَفْلَتَ، ثُمَّ كَانَتِ الْآخِرَةُ تُوُفِّيَ فِيهَا فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ الطَّبِيبُ: وَهُوَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ: هَذَا رَجُلٌ قَدْ قَطَّعَ السُّمُّ أَمْعَاءَهُ. فَقَالَ الْحُسَيْنُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! أَخْبِرْنِي مَنْ سَقَاكَ؟ قَالَ: وَلِمَ يَا أَخِي؟ قَالَ: أَقْتُلُهُ وَاللهِ قَبْلَ أَنْ أَدْفِنَكَ وَلَا أَقْدِرَ عَلَيْهِ أَوْ يَكُونُ بِأَرْضٍ أَتَكَلَّفُ الشُّخُوصَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: يَا أَخِي! إِنَّمَا هَذِهِ الدُّنْيَا لَيَالٍ فَانِيَةٌ دَعْهُ حَتَّى أَلْتَقِيَ أَنَا وَهُوَ عِنْدَ اللهِ وَأَبَى أَنْ يُسَمِّيَهُ۔ [122]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حسن سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نکاح کرنے والے تھے، اور کم ہی عورتیں ان کے پاس ٹھہرتیں، اور جس عورت سے بھی نکاح کرتے، وہ آپ سے محبت کرنے لگتی اور ان پر فریفتہ ہو جاتی۔ روایات میں آتا ہے کہ انہیں زہر دیا گیا تھا، مگر آپ بچ گئے، پھر دوبارہ زہر دیا گیا، پھر بھی آپ بچ گئے، اور جب آپ کو آخری بار زہر دیا گیا تو آپ اسی میں انتقال فرما گئے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک طبیب جو ان کے پاس آیا کرتا تھا، کہنے لگا: اس شخص کی آنتوں کو زہر نے کاٹ ڈالا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو محمد، مجھے بتائیے کس نے آپ کو زہر دیا؟ آپ نے فرمایا: اے میرے بھائی! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں آپ کو دفن کرنے سے پہلے اسے قتل کروں گا، یا اگر وہ مجھے نہ ملا تو وہ جہاں بھی ہو گا، میں وہاں جا کر اسے قتل کروں گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھائی، یہ دنیا تو چند راتوں کی فانی جگہ ہے، اسے چھوڑ دو، یہاں تک کہ میں اور وہ اللہ کے سامنے ملاقات کریں۔ اور آپ نے قاتل کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

---

[122] البدایہ والنہایہ: ج4 ص432 ذکر من توفیٰ فی هٰذه السنة من الاعیان

نمبر 2: امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ :لَمَّا اشْتَدَّ الْمَرَضُ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْوَجْعَ جَزِعَ: فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! مَا هَذَا الْجَزَعُ؟ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ تُفَارِقَ رُوحُكَ جَسَدَكَ فَتُقْدِمَ عَلَى أَبَوَيْكَ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَعَلَى جَدَّيْكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدِيجَةَ وَعَلَى أَعْمَامِكَ حَمْزَةَ وَجَعْفَرَ وَعَلَى أَخْوَالِكَ الْقَاسِمِ وَالطَّيِّبِ وَمُطَهِّرٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَعَلَى خَالَاتِكَ رُقَيَّةَ وَأُمِّ كُلْثُومٍ وَزَيْنَبَ قَالَ: فَسُرِّيَ عَنْهُ. [123]

ترجمہ: ابو نُعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ پر (طبعی) گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو محمد! یہ گھبراہٹ کیسی؟ آپ کی یہ حالت کیوں؟ یہ تو اتنی سی بات ہے کہ آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو کر آپ کے والدین (حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما) کے پاس، اپنے نانا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اور نانی (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) کے پاس، اپنے چچاؤں (حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما) کے پاس، اپنے ماموؤں (حضرت قاسم، حضرت طیب، حضرت طاہر اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم) کے پاس، اور اپنی خالاؤں (حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن) کے پاس لے جائے گی۔ (یہ سن کر) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دل مطمئن ہو گیا اور انہیں تسلی مل گئی۔

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) موت کے وقت گھبراہٹ اور طبعی اضطراب ایک فطری کیفیت ہے، جو کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی طاری ہوئی، ہر حال میں اس کو گناہوں کی سزا کے ساتھ جوڑنا درست نہیں۔

2) نیک لوگوں کو صبر دلانے کے لیے ان کے سامنے جنتی ملاقاتوں اور اہلِ ایمان سے وصال کا ذکر کرنا جائز ہے۔

3) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے بڑی تسلی یہ تھی کہ وہ اپنے والدین، نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم، نانی

[123] تاریخ دمشق: ج13 ص286

جان اور دیگر عظیم ہستیوں سے ملاقات کریں گے۔

4) اہلِ ایمان کے لیے موت محض فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ صالحین کے پاس پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

ثواب کی امید کے ساتھ صبر کرنا:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ رَقَبَةَ بنِ مَصْقَلَةَ: لَمَّا احتُضِرَ الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْرِجُوا فِرَاشِي إِلَى الصَّحْنِ فَأَخْرَجُوْهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَحتسِبُ نَفْسِي عِنْدَكَ فَإِنَّهَا أَعزُّ الأَنْفُسِ عَلَيَّ. [124]

ترجمہ: رقبہ بن مصقلہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: میرا بستر صحن میں نکال دو۔ چنانچہ ان کا بستر باہر رکھا گیا۔ پھر انہوں نے دعا کی: یا اللہ! میں اپنی جان کو آپ کے پاس امانت کے طور پر پیش کرتا ہوں، کیونکہ یہ میرے لیے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

وفات:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کی عبادت کو اچھی طرح سرانجام دیا۔ زہر دیے جانے کے تیسرے دن کے بعد علی اختلاف الاقوال ربیع الاول 49ھ یا 50ھ میں اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، وفات کے وقت آپ کی عمر 47 یا 48 سال کی عمر تھی۔

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ: عَاشَ الحَسَنُ سَبْعًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ...قَالَ الوَاقِدِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ وَخَلِيفَةُ: مَاتَ سَنَةَ تِسْعٍ وَأَرْبَعِينَ وقَالَ المُدَائِنِيُّ وَالغَلَّابِيُّ وَالزُّبَيْرُ وَابْنُ الكَلْبِيِّ وَغَيْرُهُمْ: مَاتَ سَنَةَ خَمْسِينَ وَزَادَ بَعْضُهُمْ: فِي رَبِيعِ الأَوَّلِ وقَالَ البُخَارِيُّ: سَنَةَ إِحْدٰى وَخَمْسِينَ. [125]

ترجمہ: جعفر الصادق کہتے ہیں: حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) نے 47 سال عمر پائی۔ واقدی، سعید بن عفیر اور خلیفہ

[124] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص344

[125] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص142

نے کہتے ہیں: ان کی وفات 49 ہجری میں ہوئی۔ مدائنی، غلابی، زبیر، ابن الکلبی اور دیگر حضرات کا قول ہے کہ ان کی وفات 50 ہجری میں ہوئی، اور بعض نے اضافہ کیا کہ یہ ربیع الاول میں ہوئی۔ امام بخاری نے کا قول ہے کہ آپ کی وفات 51 ہجری میں ہوئی۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمَشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

مُسَاوِرٌ مَوْلَى بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَائِمًا عَلٰى مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَهُوَ يُنَادِي بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَاتَ الْيَوْمَ حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْكُوْا. وَقَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ لِجَنَازَتِهِ حَتّٰى مَا كَانَ الْبَقِيعُ يَسَعُ أَحَدًا مِنَ الزِّحَامِ. [126]

ترجمہ: حضرت مِسْور مولی (آزاد کردہ) بنی سعد بن بکر سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے دیکھا۔ وہ بلند آواز میں پکار رہے تھے: اے لوگو! آنسو بہاؤ (کیونکہ) آج رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے محبوب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور لوگوں کا جنازے میں اتنا مجمع ہو گیا کہ رش کی وجہ سے بقیع میں جگہ نہ رہی۔

جنازہ:

امام عبد الرحمن بن عمرو بن عبد اللہ بن صفوان المشہور بابی زرعہ الدمشقی رحمہ اللہ (ت 281ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ: أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ صَلّٰى عَلَى الْحَسَنِ قَدَّمَهُ الْحُسَيْنُ وَقَالَ: لَوْلَا أَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قُدِّمْتَ. [127]

ترجمہ: حضرت ابو حازم سے روایت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے (نماز جنازہ کے لیے) مدینہ کے امیر حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت

---

[126] البدایہ والنہایہ: ج4 ص434

[127] تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ج1 ص588

حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ سنت نہ ہوتی، تو میں آپ کو آگے نہ کرتا۔

تدفین:

امام ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف القضاعی المزی رحمہ اللہ (ت 742ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ: لَمَّا حُضِرَ الْحَسَنُ قَالَ لِلْحُسَيْنِ: ادْفِنُونِي عِنْدَ أَبِي يَعْنِي: النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ تَخَافُوا الدِّمَاءَ فَإِنْ خِفْتُمُ الدِّمَاءَ فَلَا تُهْرِيقُوا فِيَّ دَمًا ادْفِنُونِي عِنْدَ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ. قَالَ: فَلَمَّا قُبِضَ تَسَلَّحَ الْحُسَيْنُ وَجَمَعَ مَوَالِيَهُ فَقَالَ لَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنْشُدُكَ اللهَ وَصِيَّةَ أَخِيكَ فَإِنَّ الْقَوْمَ لَنْ يَدَعُوكَ حَتَّى يَكُونَ بَيْنَكُمْ دِمَاءٌ قَالَ: فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى رَجَعَ قَالَ: ثُمَّ دَفَنُوهُ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ. [128]

ترجمہ: حضرت ابو حازم سے روایت ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال قریب آیا تو انہوں نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے میرے والد (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس دفن کرنا، سوائے اس کے کہ تم خونریزی کا خطرہ محسوس کرو۔ اگر تمہیں خونریزی کا خطرہ ہو تو خون بہانے سے بچنا اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان (جنت البقیع) میں دفن کر دینا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہتھیار پہن لیے اور اپنے حمایتیوں کو جمع کیا۔ اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر یاد دلاتا ہوں کہ اپنے بھائی کی وصیت پوری کریں، کیونکہ لوگ آپ کو نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ آپس میں خونریزی نہ ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس قدر سمجھایا یہاں تک کہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع غرقد میں دفن کیا۔

---

[128] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج6ص254

﴿حصہ دوم﴾

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر:1

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَقَدْ رَوٰی صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ فَلَأَنْ يَقُوْلُ فِي الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ بِطَرِيقِ الْأَوْلٰى.[129]

ترجمہ: صالح بن احمد اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ وہ ثقہ تابعی تھے، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بطریقِ اولیٰ تابعی شمار ہوں گے (اس لیے کہ وہ عمر میں ان سے چھوٹے تھے)

اس کے پیشِ نظر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں۔

جواب نمبر1:

"البدایۃ والنہایۃ" کی مکمل عبارت دیکھنے سے اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ مکمل اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَقَدْ رَوٰی صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ وَهٰذَا غَرِيْبٌ فَلَأَنْ يَقُوْلُ فِي الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ بِطَرِيْقِ الْأَوْلٰى.[130]

ترجمہ: صالح بن احمد اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ وہ ثقہ تابعی تھے، (یہ قول غلط ہونے کی بناء پر) عجیب ہے اس لیے اگر اس قول کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنا پڑے گا کہ وہ بھی تابعی تھے (اس لیے کہ وہ عمر

[129] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص546 قصة الحسين بن علی وسبب خروجه من مكة

[130] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص546 قصة الحسين بن علی وسبب خروجه من مكة

میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے چھوٹے تھے)

فائدہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ "هٰذَا غَرِيبٌ" کہ کر اس قول کا ناقابل یقین ہونا بیان فرمارہے ہیں نہ کہ اس قول کی تائید کر رہے ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے دیگر کئی مقامات پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا تذکرہ کیا ہے، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عمر میں چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ بطریق اولی صحابی بنتے ہیں۔ ذیل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے پر تین عبارات پیش کی جاتی ہیں:

عبارت نمبر 1:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَقَدْ أَدْرَكَ الْحُسَيْنُ مِنْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ سِنِيْنَ أَوْ نَحْوَهَا وَرَوٰى عَنْهُ أَحَادِيثَ. وَقَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ: لَهٗ رُؤْيَةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [131]

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے پانچ سال یا اس کے لگ بھگ سال دیکھے ہیں اور احادیث بھی نقل کی ہیں۔ امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) کہتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

عبارت نمبر 2:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَالْمَقْصُودُ أَنَّ الْحُسَيْنَ عَاصَرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحِبَهٗ إِلٰى أَنْ تُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ وَلٰكِنَّهٗ كَانَ صَغِيرًا. [132]

ترجمہ: مقصود یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، صحبت حاصل کی۔

---

[131] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص546 قصة الحسين بن علی وسبب خروجه من مكة

[132] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص546 قصة الحسين بن علی وسبب خروجه من مكة

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات ان سے راضی تھے البتہ عمر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے۔

عبارت نمبر3:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

فَإِنَّهٗ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهٖ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا.[133]

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ سادات مسلمین اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحبزادی کے بیٹے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے افضل ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبادت گزار، بہادر اور سخی تھے۔

مذکورہ بالا عبارات میں جب مصنف علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ (جو عمر میں ان سے چھوٹے ہیں) کو صراحت کے ساتھ صحابی قرار دیتے ہیں، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا بطریقِ اولیٰ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جواب نمبر2:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ کیونکہ صحابی کی تینوں شرائط آپ میں پائی جاتی ہیں:

علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ.[134]

ترجمہ: صحابی اسے کہتے ہیں جو حالت ایمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور حالت اسلام پر فوت ہو جائے۔

اور یہ تینوں باتیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ بالیقین صحابی ہیں۔

---

[133] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص600 صفة مقتله رضی اللہ عنہ

[134] نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر: ص133

اعتراض نمبر:2

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں شامل نہیں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں شامل نہیں، اس لیے کہ اہلِ بیت سے مراد بیوی یا حقیقی بیٹے اور بیٹیاں ہوتی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حقیقی بیٹے نہیں بلکہ نواسے ہیں، اس لیے اہل بیت میں شامل نہیں۔

جواب نمبر1:

معترض کو غلط فہمی اس لئے ہو رہی ہے کہ اس کے پیش نظر؛ یہ ضابطہ ہے کہ اہلِ بیت میں انسان کی مذکر اولاد اور آگے ان کی اولاد ہوتی ہے جبکہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکر اولاد نہیں یعنی یہ آپ کے پوتے نہیں بلکہ نواسے ہیں، اس لیے انہیں اہلِ بیت میں شامل نہیں کریں گے۔ واضح رہے کہ یہ ضابطہ عام لوگوں کے لیے ہے کہ ان کا نسب والد سے چلتا ہے جبکہ حضراتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے ضابطہ الگ ہے۔ ان کا نسب؛ والد سے نہیں بلکہ والدہ سے چلا ہے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ بَنِي أُنْثَى فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ، مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوْهُمْ. [135]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر خاتون کے بیٹوں کی نسبت ان کے والد کی طرف ہوتی ہے سوائے فاطمہ کی اولاد کے کیونکہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا والد ہوں۔

جواب نمبر2:

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ بعض احادیث میں انہیں صراحت کے

[135] المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص178 رقم الحدیث 2565

ساتھ اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے جب کہ دیگر احادیث میں ان کو اولاد شمار کیا گیا ہے۔

اہل بیت میں شامل ہونے کی صراحت:

وہ احادیث جن میں صراحت کے ساتھ انہیں اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1: امام مسلم بن حجاج القُشَیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [136]

ترجمہ: صفیہ بنت شیبہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک روز صبح سویرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے تشریف لائے۔ (اتفاق سے) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) بھی وہاں آنکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر یکے بعد دیگرے حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) بھی تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنی چادر میں جمع فرمالیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ تلاوت فرمائی۔

2: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: "الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ." [137]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو

[136] صحیح مسلم: رقم الحدیث 2424

[137] جامع الترمذی: رقم الحدیث 3772

اپنے اہلِ بیت میں سے کون زیادہ پیارے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما)

اولاد ہونے کی صراحت:

احادیث مبارکہ جن میں صراحت کے ساتھ انہیں "اولاد" میں شمار کیا گیا ہے، چند ایک حسب ذیل ہیں:

1: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "صَدَقَ اللهُ ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ نَظَرْتُ إِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا. [138]

ترجمہ: حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اسی دوران حسن اور حسین (جو ابھی کم عمر بچے تھے) سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کیے ہوئے گرتے پڑتے ہوئے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے باعث آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں کو ان کی قمیصوں میں گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنی گفتگو وہیں چھوڑ دی اور انہیں اٹھا لیا۔

2: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي. قُلْتُ: مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: "هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا. [139]

---

[138] جامع الترمذی: رقم الحدیث 3774

[139] جامع الترمذی: رقم الحدیث 3769

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک رات کسی کام کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اپنی چادر میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں کیا لپیٹا ہوا ہے۔ جب میرا کام پورا ہو گیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے کیا چیز چادر میں لپیٹی ہوئی ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کولہوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت فرمائیں اور اس شخص سے بھی محبت فرمائیں جو اِن سے محبت کرتا ہے۔

3: امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد المعروف امام حاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهَا يَوْمًا فَقَالَ: "أَيْنَ ابْنَايَ؟" فَقَالَتْ: ذَهَبَ بِهِمَا عَلِيٌّ فَتَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا يَلْعَبَانِ فِي مَشْرُبَةٍ وَبَيْنَ أَيْدِيهِمَا فَضْلٌ مِنْ تَمْرٍ، فَقَالَ: "يَا عَلِيُّ! أَلَا تَقْلِبُ ابْنَيَّ قَبْلَ الْحَرِّ." [140]

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ میرے بیٹے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی کہ علی ان دونوں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں تشریف لے گئے تو انہیں ایک پانی پینے والی جگہ (کنویں) کے قریب کھیلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ان کے سامنے کچھ کھجوریں بچی ہوئی موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! دھیان رکھنا؛ میرے بیٹوں کو تیز دھوپ پڑنے سے پہلے پہلے واپس لے آنا۔

[140] المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص154 رقم الحدیث 4827

اعتراض نمبر:3
مال کے لالچ میں صلح کرنا

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

فَبَعَثَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ فَقَدِمَا عَلَيْهِ الْكُوفَةَ فَبَذَلَا لَهُ مَا أَرَادَ مِنَ الْأَمْوَالِ فَاشْتَرَطَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْكُوفَةِ خَمْسَةَ آلَافِ أَلْفِ دِرْهَمٍ وَأَنْ يَكُونَ خِرَاجَ دَارِ أَبْجِرْدَ لَهُ.[141]

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عامر اور عبد الرحمٰن بن سمرہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں بھیجا، جس قدر مال حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چاہا ان دونوں نے وہ انہیں دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط بھی مقرر کی کہ کوفہ کے بیت المال سے آپ کو پچاس لاکھ درہم حاصل ہوں گے اور دار اَبْجِرْد کا خِراج (ٹیکس) بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے ہو گا۔

اس روایت کی بنیاد پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح مال و دولت کی طمع ولالچ میں کی اور اسی لالچ میں آکر انہوں نے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

جواب نمبر1:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح مال و دولت کے لالچ میں نہیں کی، بلکہ یہ صلح اس عظیم پیشگوئی کی تکمیل کے لیے کی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[141] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص403 خلافۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلٰى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرٰى وَيَقُوْلُ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.[142]

ترجمہ: حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔

فائدہ: دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں۔

جواب نمبر2:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بدلے مال لینا ہر گز لالچ یا طمع کی بناپر نہ تھا، بلکہ آپ چونکہ خاندانِ نبوت سے تھے اور سخاوت آپ کا امتیاز تھا، اس لیے یہ مال لوگوں پر خرچ کرنے اور فتنہ پسند و شریر عناصر جو صلح سے راضی نہ تھے، ان کو بھی نواز کر ان کی مخالفت ختم کرنے کے لیے تھا، تاکہ صلح کا مقصد امن واتحاد بخوبی حاصل ہو سکے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

(عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ يَقُوْلُ) فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ فَقَالَ: اِذْهَبَا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُوْلَا لَهُ وَاطْلُبَا إِلَيْهِ فَأَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ: وَطَلَبَا إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُمَا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا المَالِ وَإِنَّ هٰذِهِ الأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا

[142] صحیح البخاری: رقم الحدیث 2704

وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ.[143]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے) حسن رضی اللہ عنہ کی طرف قریش کی شاخ قبیلہ بنو عبد شمس کے دو آدمی بھیجے۔ عبدالرحمٰن بن سَمُرہ اور عبداللہ بن عامر بن کُریز، آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا: تم دونوں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے سامنے صلح کی بات کرو، ان سے اس پر گفتگو کرو، یہ دونوں حضرات وہاں آئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے اور گفتگو کی اور فیصلہ (آپ کی مرضی پر) کرنے کی درخواست کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اولاد عبدالمطلب ہیں ہمیں (اپنے والد کی خلافت اور اپنے زمانہ خلافت میں) لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ یہ امت اپنے ہی خون میں لت پت ہو چکی ہے (فساد اور خون خرابے کو ختم کرنے کے لیے صلح ضروری ہے اور صلح کو برقرار رکھنے کے لیے لوگوں پر خرچ کرنا ضروری ہے تاکہ صلح کے مخالف لوگوں کا منہ بند رہے اور صلح کے موافق لوگوں کو اس کے ثمرات نظر آئیں) وہ حضرات کہنے لگے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو (لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے والے عظیم مقصد کے لیے) رقم دینے کے لیے تیار ہیں اور آپ سے صلح کرنے کے خواہش مند ہیں۔ انہوں نے باہمی مفاہمت کا فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔

جواب نمبر3:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی بے مثال سخاوت، دنیا سے بے رغبتی اور غریبوں سے محبت کے حوالے سے مشہور تھے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص بارہا اپنا سارا مال محتاجوں پر لٹائے، وہ مال کی لالچ کیسے کر سکتا ہے؟ جو دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنے والا اور سب کا خیر خواہ ہو، وہ خلافت جیسے عظیم منصب سے دنیاوی فائدے کے لیے کیسے دستبردار ہو سکتا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت پر چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

1: امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[143] صحیح البخاری، رقم الحدیث:2704

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ خَطَبَ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ ابْنَ أَخِيْكُمُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدْ جَمَعَ مَالًا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُقَسِّمَهُ بَيْنَكُمْ، فَحَضَرَ النَّاسُ فَقَامَ الْحَسَنُ فَقَالَ: إِنَّمَا جَمَعْتُهُ لِفُقَرَائِكُمْ فَقَامَ نِصْفُ النَّاسِ، فَكَانَ أَوَّلُ مَنْ أَخَذَ مِنْهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ. [144]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو تمہارے بھائی حسن نے مال جمع کر رکھا ہے اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ یہ مال آپ لوگوں کے درمیان تقسیم کریں تو لوگ یہ سمجھتے ہوئے جمع ہوئے کہ شاید یہ اعلان تمام لوگوں کے لیے ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم میں سے فقراء کے لیے یہ مال جمع کیا ہے تو مال کو حاصل کرنے کے لیے آدھے لوگ کھڑے ہوئے (باقی چلے گئے) اور مال کے وصول کرنے والوں میں سب سے پہلا شخص اشعث بن قیس تھا۔

2: امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَقَدْ قَاسَمَ اللهَ مَالَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى إِنَّهُ يُعْطِي الْخُفَّ وَيُمْسِكُ النَّعْلَ. [145]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا یہاں تک کہ اپنے موزے بھی صدقہ کر دیے اور جوتے روک لیے۔

3: امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: سَمِعَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَجُلًا إِلٰى جَنْبِهِ يَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَرْزُقَهُ عَشْرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، فَانْصَرَفَ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَيْهِ. [146]

ترجمہ: سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلو میں ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے سنا کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم کی دعا کر رہا تھا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ (وہاں سے اپنے گھر) تشریف لائے اور اس شخص کے لیے (10 ہزار دراہم) بھیج دیے۔

[144] المصنف لابن ابی شیبہ: ج16 ص127 رقم الحدیث 30689 کتاب الامراء

[145] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج4 ص331: باب الرجل یجد زادا و راحلة فیحج ماشیا یحتسب فیه زیادة الاجر

[146] سیر اعلام النبلاء: ج4 ص134: تحت الحسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما

جواب نمبر4:

یہ کہنا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کسی مالی فائدے یا زمین وجائیداد کے لالچ میں کی، یہ بات ہرگز درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیتِ رسول ہونے کے ناطے پہلے ہی خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادوار میں وظائف اور ہدایا وصول کرتے رہے تھے، لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا جانے والا مال بھی اسی سابقہ تسلسل کا حصہ تھا۔

1: علامہ جمال الدین یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف المزی رحمہ اللہ (ت 742ھ) نقل کرتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيْوَانَ وَفَرَضَ الْعَطَاءَ أَلْحَقَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِفَرِيْضَةِ أَبِيْهِمَا مَعَ أَهْلِ بَدْرٍ لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ. [147]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دفتر قائم فرمایا اور لوگوں کے لیے وظائف مقرر کیے تو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد (حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ) کے وظیفہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا جو کہ بدری صحابہ کے برابر تھا اور اس کی وجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حضرات کی قرابت تھی لہذا ان میں سے ہر ایک کے لیے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) پانچ ہزار دراہم (سالانہ وظیفہ) مقرر فرمایا۔

جواب نمبر5:

عقلی طور پر بھی یہ بات ناممکن ہے کہ اگر مال ودولت ہی مقصود ہوتا تو صلح کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ایک ایسا عظیم عہدہ جس میں مکمل اختیارات، عزت اور وسائل سب شامل ہوں، اسے محض چند لاکھ دراہم کے لیے چھوڑ دینا عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مال کی خاطر صلح کی، یہ بات عقل و فہم کے بھی خلاف ہے۔

---

[147] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج6 ص232 رقم الترجمہ: 1248

اعتراض نمبر:4

خوف اور بزدلی کی وجہ سے صلح کرنا

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَلَمَّا رَأَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَفَرُّقَ جَيْشِهِ عَلَيْهِ مَقَتَهُمْ وَكَتَبَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَكَانَ قَدْ رَكِبَ فِي أَهْلِ الشَّامِ فَنَزَلَ مَسْكِنَ يُرَاوِضُهُ عَلَى الصُّلْحِ بَيْنَهُمَا. [148]

ترجمہ: جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے لشکر میں افتراق وانتشار دیکھا تو آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور آپ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ایک خط لکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ شام کے ساتھ سوار ہوئے اور ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے اور جانبین کے درمیان صلح کی کوشش فرمارہے تھے۔

اس روایت کی بنیاد پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کا اصل ارادہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر سے مقابلہ کرنے کا تھا، اسی مقصد کے لیے انہوں نے ایک بڑا لشکر بھی تیار کیا۔ لیکن جب ان کے لشکر میں اختلاف پیدا ہوا، تو لوگ ان کے خلاف ہونے لگے، تو اس صدمے اور اس خوف کی وجہ سے کہ اب یہ لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مجبور ہو کر بزدلی میں صلح کر لی۔

جواب نمبر1:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی اور اس کی تحسین بھی فرمائی۔ اگر یہ صلح کمزوری یا بزدلی کی بنیاد پر ہوتی، جو کہ ایک عیب ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس صلح کی تعریف وتحسین نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صلح کی پیش گوئی کر کے اسے سراہنا اس بات کی واضح

[148] البدایۃ والنہایۃ: ج4 ص403 خلافۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

دلیل ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ صلح کمزوری وبزدلی کی بنیاد پر نہیں تھی بلکہ امتِ مسلمہ کے عظیم تر مفاد ،امن اور اتحاد کے پیشِ نظر تھی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلٰى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرٰى وَيَقُوْلُ: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. [149]

ترجمہ: حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔

علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

وَفِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ مِنَ الْفَوَائِدِ عَلَمٌ مِنْ أَعْلَامِ النُّبُوَّةِ وَمَنْقَبَةٌ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَإِنَّهُ تَرَكَ الْمُلْكَ لَا لِقِلَّةٍ وَلَا لِذِلَّةٍ وَلَا لِعِلَّةٍ بَلْ لِرَغْبَتِه فِيْمَا عِنْدَ اللهِ لِمَا رَاٰهُ مِنْ حَقْنِ دِمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَرَاعٰى أَمْرَ الدِّيْنِ وَمَصْلَحَةَ الْأُمَّةِ. [150]

ترجمہ: اور اس واقعے میں کئی فوائد ہیں: یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ایک بڑی فضیلت بھی ہے۔ کیونکہ انہوں نے حکومت کو کسی کمزوری یا ذلت کی بنا پر نہیں چھوڑا اور نہ ہی کسی مجبوری کے تحت چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعام کی وجہ سے اسے ترک کیا، اس لیے کہ انہوں

---

[149] صحیح البخاری: رقم الحدیث 2704

[150] فتح الباری ج13 ص83: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی ان ابنی ھذا لسید

نے مسلمانوں کے خون کو بچانے کو ترجیح دی۔ پس انہوں نے دین کے معاملے اور امت کی مصلحت کا خیال رکھا۔

جواب نمبر2:

روایات سے یہ بات واضح ہے کہ صلح کی پیشکش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص حضرت عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ دونوں طرف لشکر بہت بڑے ہیں، اگر باہم مقابلہ ہوا تو دونوں کو برابر کا نقصان اٹھانا پڑے گا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف عبد الرحمٰن بن سَمُرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کُرَیز کو بھیجا اور آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ! اور ان کے سامنے صلح کی پیش کش کرو۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح کی پیشکش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی تھی۔ لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیشکش کو قبول کرنا خوف یا کمزوری نہیں کہا جا سکتا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللهُ يَقُوْلُ: اِسْتَقْبَلَ وَاللهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرٰى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتّٰى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ: أَيْ عَمْرُو! إِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ مَنْ لِيْ بِأُمُوْرِ النَّاسِ؟ مَنْ لِّيْ بِنِسَائِهِمْ؟ مَنْ لِّيْ بِضَيْعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ فَقَالَ: اِذْهَبَا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُوْلَا لَهُ: وَاطْلُبَا إِلَيْهِ. [151]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف پہاڑوں جیسے بڑے لشکر لے کر روانہ ہوئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مد مقابل کو ختم کیے بغیر واپس نہیں جائے گا۔ یہ بات سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اللہ کی قسم! ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے: اے عمرو! اگر اِس (میری) فوج نے اُس (حضرت حسن

[151] صحیح البخاری: رقم الحدیث:2704

رضی اللہ عنہ کی فوج کو) اور اُن لوگوں نے اِن لوگوں کو قتل کر دیا تو میرے پاس عوام کی دیکھ بھال کرنے والا کون رہے گا؟ عوام الناس اور خواتین کا خیال کون رکھے گا؟ لوگوں کی جائیدادوں کی خبر گیری کون کرے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو شخص بھیجے۔ عبدالرحمٰن بن سَمُرہ اور عبداللہ بن عامر بن کُرَیز رضی اللہ عنہما۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ! اور ان کے سامنے صلح کی پیش کش کرو۔ اسی مفاہمت والے معاملے پر ان سے گفتگو کرو اور فیصلہ انہی کی مرضی پر چھوڑ دو۔

جواب نمبر3:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس قوت، غلبہ اور ایک بڑی جماعت موجود تھی، تو آپ بزدل ہو کر صلح کیوں کرتے؟ آپ چاہتے تو اپنی خلافت کو برقرار رکھ سکتے تھے، لیکن آپ نے محض رضائے الٰہی کے حصول اور امتِ مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کی خاطر خلافت سے دستبردار ہو کر صلح کو اختیار فرمایا۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ يَزِيْدَ قَالَ: سَمِعْتُ جُبَيْرَ بْنَ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْه قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: إِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّكَ تُرِيْدُ الْخِلَافَةَ فَقَالَ: كَانَتْ جَمَاجِمُ الْعَرَبِ بِيَدِيْ يُسَالِمُوْنَ مَنْ سَالَمْتُ وَيُحَارِبُوْنَ مَنْ حَارَبْتُ فَتَرَكْتُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ. [152]

ترجمہ: یزید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت جُبیر بن نُفیر حضرمی سے سنا کہ وہ اپنے والد (نُفیر حضرمی) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ آپ خلافت چاہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: عرب کے بڑے بڑے سردار میرے تابع تھے وہ اس سے صلح کرنے پر راضی تھے جس سے میں صلح کرتا اور اس سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھے جس سے میں جنگ کرتا، لیکن میں نے اس لڑائی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا۔

---

[152] البدایہ والنہایہ: ج4 ص431 دخلت سنة تسع واربعين ذكر من توفى فى هذه السنة من الاعيان

اعتراض نمبر:5

صلح کا دھوکے پر مبنی ہونا

امام ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام صنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

(عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ) فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَيَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: قُلْتُ: فَمَا الْعِصْمَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: السَّيْفُ. قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. تَكُوْنُ إِمَارَةٌ عَلٰى أَقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ. [153]

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی! کیا اس بھلائی کے بعد پھر ویسی ہی برائی آئے گی جیسی اس سے پہلے تھی؟ فرمایا: جی ہاں۔ میں نے عرض کی: اس وقت نجات کا ذریعہ کیا ہو گا؟ فرمایا: تلوار۔ میں نے عرض کی: کیا تلوار کے بعد بھی کچھ شر باقی رہے گا؟ فرمایا: جی ہاں، ایسی حکومت ہو گی جس میں خرابیاں ہوں گی، اور ایسی صلح ہو گی جس میں دھوکہ شامل ہو گا۔

امام ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) فرماتے ہیں:

وَيُمْكِنُ أَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى: ثُمَّ يَكُوْنُ اجْتِمَاعُ النَّاسِ عَلٰى مَنْ جُعِلَ أَمِيْرًا بِكَرَاهِيَةِ نَفْسٍ لَا بِطِيْبِ قَلْبٍ يُقَالُ: فَعَلْتُ كَذَا وَفِي الْعَيْنِ قَذًى أَيْ: فَعَلْتُهُ عَلٰى كَرَاهَةٍ وَإِغْمَاضِ عَيْنٍ كَمَا أَنَّ الْعَيْنَ الَّتِي يَقَعُ فِيْهَا الْقَذٰى ظَاهِرُهَا صَحِيْحٌ وَبَاطِنُهَا صَرِيْخٌ وَأَصْلُ الدَّخَنِ هُوَ الْكُدُوْرَةُ وَاللَّوْنُ الَّذِيْ يَضْرِبُ إِلَى السَّوَادِ. فَيَكُوْنُ فِيْهِ إِشْعَارٌ إِلٰى أَنَّهُ صَلَاحٌ مَشُوْبٌ بِالْفَسَادِ فَيَكُوْنُ إِشَارَةً إِلٰى صُلْحِ الْحَسَنِ مَعَ مُعَاوِيَةَ وَتَفْوِيْضِ الْمُلْكِ إِلَيْهِ وَاسْتِقْرَارِ أَمْرِ الْإِمَارَةِ عَلَيْهِ، وَبِهِ يَظْهَرُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بِصُلْحِ الْحَسَنِ لَمْ يَصِرْ خَلِيْفَةً، خِلَافًا لِمَنْ تَوَهَّمَ خِلَافَ ذٰلِكَ، وَاللهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. [154]

---

[153] المصنف لعبد الرزاق: ج10 ص297 رقم الحدیث 20877 باب لزوم الجماعة

[154] مرقاۃ المفاتیح لملا علی القاری: ج10 ص23: رقم الحدیث 5396 کتاب الفتن

ترجمہ: اس کا ایک معنی یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ بغیر دلی رضامندی کے نفس کی ناگواری کے ساتھ کسی کی امارت پر اتفاق کریں گے، جب کوئی کام طبیعت کی ناگواری کے ساتھ آنکھوں کو بند کر کے کیا جائے اس وقت عربی میں یوں کہا جاتا ہے: **فَعَلْتُ کَذَا وَفِي الْعَيْنِ قَذًى**، یعنی جیسی کہ وہ آنکھ جس میں کوئی تنکا وغیرہ پڑ جائے بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر سخت سوزش ہوتی ہے۔ اور "دَخَن" اصل میں کدورت اور سیاہ مائل رنگ کو کہا جاتا ہے، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ صلح تو ہو گی مگر اس میں فساد کی آمیزش ہو گی۔ یہ بات حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی صلح کی طرف اشارہ کرتی ہے، جس میں حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی اور اقتدار انہی کے ہاتھ میں مستحکم ہو گیا۔ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے نتیجے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں بنے، برخلاف ان لوگوں کے جو اس کے برعکس گمان کرتے ہیں۔ اور صورتحال کو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

حدیث بالا اور اس کی اس تشریح کو بنیاد بناتے ہوئے اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والی صلح اس حدیث مبارک کا مصداق تھی اور یہ صلح دھوکے پر مبنی تھی۔

جواب نمبر 1:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو الگ الگ ارشادات ہیں۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش گوئی کے طور پر یہ بات فرمائی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا، اور اس صلح کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض فتنوں کا ذکر فرماتے ہوئے ایک ایسی صلح کا تذکرہ فرمایا جو دھوکے پر مبنی ہو گی، یعنی لوگ بظاہر مل جائیں گے مگر دل آپس میں نہیں ملیں گے، اور یہ صلح قابلِ مذمت ہے اور اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ یہ صلح کرنے والے کون لوگ ہوں گے اور کون سی صلح ہو گی؟

یہ دونوں صلح الگ الگ ہیں۔ اور جمہور امت کے اتفاق سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والی صلح وہی قابلِ تعریف صلح ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

دی تھی۔ لہٰذا جو صلح دھوکے پر مبنی اور قابلِ مذمت بتائی گئی ہے، وہ یقیناً حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح نہیں، بلکہ اس سے کوئی اور صلح مراد ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ .[155]

ترجمہ: (راوی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا وہ فرماتے تھے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

جواب نمبر2:

حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کے بعد ہمیشہ ان میں بہترین تعلقات قائم رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تحفے تحائف ان کی خدمت میں آتے رہے اور آپ رضی اللہ عنہ ان تحائف کو قبول بھی کرتے رہے، اگر یہ صلح دھوکے پر مبنی ہوتی تو یہ باہمی تعلقات میں الفت و محبت نہ ہوتی۔

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَا يَقْبَلَانِ جَوَائِزَ مُعَاوِيَةَ رَحِمَهُ اللهُ.[156]

---

[155] صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2704

[156] الشریعۃ لآجُرّی: ص703، رقم الحدیث: 2020 ذکر تعظیم معاویۃ لاھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محمد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدایا و تحائف قبول کیا کرتے تھے۔

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ مَعَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَافِدَيْنِ إِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَجَازَهُمَا فَقَبِلَا۔ [157]

ترجمہ: حضرت ثویر رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو قیمتی ہدایا پیش کیے تو انہوں نے قبول فرما لیے۔

جواب نمبر 3:

امام ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس بات کو درجہ امکان و احتمال میں فرمایا ہے جیسا کہ آپ کے الفاظ "یمکن" اس کی صراحت کر رہے ہیں، بالفرض امام ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یقینی اعتبار سے بھی فرمایا ہو کہ صلح دھوکے پر مبنی تھی، یہ امام ملا علی قاری رحمہ اللہ کی اجتہادی رائے ہے اور مجتہد کی اجتہادی رائے میں صواب و خطا دونوں کا احتمال ہے۔ ایک طرف ملا علی قاری رحمہ اللہ کی اجتہادی رائے ہے (کہ یہ صلح دھوکے پر مبنی تھی) اور دوسری جانب صریح حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کی تعریف فرمائی ہے، تو ظاہر ہے صریح حدیث کو لیا جائے گا؛ نہ کہ اس کے مقابلے میں ایک مجتہد کی رائے کو، کیونکہ صحیح اور صریح حدیث کے مقابلے میں کسی اجتہادی رائے کو نہیں لیا جاتا۔ جس کی خطا ہونے کے قوی شواہد بھی موجود ہوں۔

[157] الشریعۃ لآجُرّی: ص702 رقم الحدیث: 2017 ذکر تعظیم معاویۃ لاھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اعتراض نمبر:6

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورة الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يُوسُفَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا بَايَعَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: سَوَّدْتَ وُجُوهَ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ يَا مُسَوِّدَ وُجُوهِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ: لَا تُؤَنِّبْنِي رَحِمَكَ اللهُ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ بَنِي أُمَيَّةَ عَلَى مِنْبَرِهِ فَسَاءَهُ ذٰلِكَ، فَنَزَلَتْ: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ: يَا مُحَمَّدُ، يَعْنِي نَهَرًا فِي الْجَنَّةِ، وَنَزَلَتْ: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۱) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (۲) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۳): يَمْلِكُهَا بَعْدَكَ بَنُو أُمَيَّةَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ الْقَاسِمُ: فَعَدَدْنَاهَا، فَإِذَا هِيَ أَلْفُ شَهْرٍ لَا تَزِيدُ يَوْمًا وَلَا تَنْقُصُ. [158]

ترجمہ: یوسف بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بعد ایک شخص حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ نے مومنوں کے چہرے سیاہ کر دیے، یا کہا: اے مومنوں کے چہرے سیاہ کرنے والے!

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ملامت نہ کرو، اللہ تم پر رحم کرے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بنی امیہ اپنے منبر پر دکھائے گئے، تو یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی: اے محمد! ہم نے آپ کو کوثر عطا کی، جو جنت میں ایک نہر ہے۔ اور یہ بھی نازل ہوئی: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۱) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (۲) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۳) یعنی اے محمد! آپ کے بعد بنی امیہ اتنی مدت تک حکومت کریں گے۔ قاسم کہتے ہیں: ہم نے اس مدت کو گنا، تو وہ پورے ہزار مہینے نکلے، نہ ایک دن زیادہ ہوا اور نہ ایک دن کم ہوا۔

[158] جامع الترمذی: رقم الحدیث 3350 تحت باب ومن سورة القدر

اس روایت کی بنیاد پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرکے ایمان والوں کے چہروں کو سیاہ کر دیا یعنی مومنین کو رسوا کر دیا۔

جواب:

روایتِ بالا دو اعتبار سے حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (سنداً ضعیف و مضطرب)

2: متن کے اعتبار سے (متناً منکر)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

[1]: روایت کا ضعیف ہونا:

روایت کے ضُعف کی نشاندہی خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ایک راوی "یوسف بن سعد" مجہول ہے، اور مجہول راوی کی روایت قابلِ حجت نہیں ہوتی۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ وَقَدْ قِيْلَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَازِنٍ. وَالْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ هُوَ ثِقَةٌ وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَيُوْسُفُ بْنُ سَعْدٍ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. [159]

ترجمہ: یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں، یعنی قاسم بن فضل کی حدیث کے ذریعے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قاسم بن فضل نے یہ حدیث یوسف بن مازن سے روایت کی ہے۔ قاسم بن فضل الحدّانی ثقہ ہیں، ان کی توثیق یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمٰن بن مہدی نے کی ہے۔ البتہ یوسف بن سعد ایک مجہول شخص ہے۔ اور ہم اس حدیث کو اسی لفظ کے ساتھ صرف اسی ایک طریق سے جانتے ہیں۔

---

[159] جامع ترمذی: رقم الحدیث 3350 باب و من سورۃ القدر

[2]:سند کا اضطراب:

اس روایت کی سند میں اضطراب ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اس روایت کی اسناد تین طرح کی ملتی ہیں:

1: قاسم بن فضل عن یوسف بن سعد

2: قاسم بن فضل عن یوسف بن مازن

3: قاسم بن فضل عن عیسیٰ بن مازن

پہلی دو سندوں کا ذکر امام ترمذی رحمہ اللہ نے کیا ہے اور تیسری سند کا ذکر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهِ مِنْ طَرِيْقِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَازِنٍ.. وَرَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ مِنْ طَرِيْقِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ عِيْسَى بْنِ مَازِنٍ كَذَا قَالَ، وَهٰذَا يَقْتَضِيْ اضْطِرَابًا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ. [160]

ترجمہ: اور اس حدیث کو حاکم نے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں قاسم بن فضل کے طریق سے، یوسف بن مازن سے روایت کیا ہے... اور ابن جریر نے بھی اسے قاسم بن فضل ہی کے طریق سے، مگر عیسیٰ بن مازن سے روایت کیا ہے، جیسا کہ اس نے بیان کیا۔ اور یہ بات اس حدیث میں اضطراب کو ثابت کرتی ہے۔

[3]:متن میں نکارت:

مذکورہ روایت منکر ہے۔

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدِمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

ثُمَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰى كُلِّ تَقْدِيْرٍ مُنْكَرٌ جِدًّا، قَالَ شَيْخُنَا الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ أَبُو الْحَجَّاجِ الْمِزِّيُّ: هُوَ حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ. [161]

---

[160] تفسیر ابن کثیر: ج4 ص685 تحت سورۃ القدر

[161] تفسیر ابن کثیر: ج4 ص685 تحت سورۃ القدر

ترجمہ: پھر یہ حدیث ہر صورت میں انتہائی منکر ہے۔ ہمارے شیخ، امام، حافظ اور حجت ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ نے فرمایاہے: یہ حدیث منکر ہے۔

یہ روایت منکر ہے اور اس پر کئی قرائن موجود ہیں:

قرینہ نمبر1:

اس روایت میں سورۃ القدر کی آیت "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ" میں آنے والی "ھا" ضمیر کا مرجع بنی امیہ کی حکومت کو قرار دیا گیاہے، حالانکہ تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس ضمیر سے مراد قرآنِ کریم ہے۔

1: امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین رازی شافعی رحمہ اللہ (ت606ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ [162]

ترجمہ: مفسرین کا اتفاق ہے (کہ "ھا" ضمیر سے مراد قرآن کریم ہے) ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔

2: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی مالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالٰى: (اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ) يَعْنِي الْقُرْآنَ. [163]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ" سے مراد قرآن کریم ہے۔

قرینہ نمبر2:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

قُلْتُ: وَقَوْلُ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيِّ: إِنَّهُ حَسَبَ مُدَّةَ بَنِيْ أُمَيَّةَ فَوَجَدَهَا أَلْفَ شَهْرٍ لَا تَزِيْدُ يَوْمًا وَلَا تَنْقُصُ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ؛ فَإِنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَقَلَّ بِالْمُلْكِ حِيْنَ سَلَّمَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الإِمْرَةَ سَنَةَ أَرْبَعِيْنَ وَاجْتَمَعَتِ الْبَيْعَةُ لِمُعَاوِيَةَ، وَسُمِّيَ ذٰلِكَ عَامَ الْجَمَاعَةِ ثُمَّ اسْتَمَرُّوْا فِيْهَا مُتَتَابِعِيْنَ بِالشَّامِ وَغَيْرِهَا لَمْ تَخْرُجْ عَنْهُمْ إِلَّا مُدَّةَ دَوْلَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ فِي

---

[162] تفسیر مفاتیح الغیب المعروف التفسیر الکبیر: ج32 ص27 تحت سورۃ القدر

[163] الجامع لاحکام القرآن: ج2 ص3350 تحت سورۃ القدر

الْحَرَمَيْنِ وَالأَهْوَازِ وَبَعْضِ الْبِلَادِ قَرِيْبًا مِنْ تِسْعِ سِنِيْنَ لَكِنْ لَمْ تَزَلْ يَدُهُمْ عَنِ الإِمْرَةِ بِالْكُلِّيَّةِ، بَلْ عَنْ بَعْضِ الْبِلَادِ إِلَى أَنْ اسْتَلَبَهُم بَنُو الْعَبَّاسِ الْخِلَافَةَ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ وَمِائَةٍ، فَيَكُوْنُ مَجْمُوْعُ مُدَّتِهِمْ اثْنَتَيْنِ وَتِسْعِيْنَ سَنَةً، وَذٰلِكَ أَزْيَدُ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ؛ فَإِنَّ الْأَلْفَ شَهْرٌ عِبَارَةٌ عَنْ ثَلَاثٍ وَثَمَانِيْنَ سَنَةً وَأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ. [164]

ترجمہ: میں کہتا ہوں: قاسم بن فضل الحدّانی کا یہ کہنا کہ اس نے بنی امیہ کی حکومت کی مدت کا حساب لگایا اور وہ پورے ہزار مہینے نکلی، نہ ہی ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم، یہ بات درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اس وقت مکمل اقتدار سنبھالا جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے سن 40 ہجری میں حکومت ان کے سپرد کر دی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سب نے بیعت کر لی، اور اس سال کو "عام الجماعۃ" کہا گیا۔ پھر بنی امیہ کی حکومت شام اور دیگر علاقوں میں مسلسل قائم رہی، اور ان سے اقتدار صرف حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے زمانے میں نکلا، جو حرمین، اھواز اور بعض دیگر علاقوں میں تقریباً نو سال رہی۔ لیکن اس مدت میں بھی بنی امیہ کا اقتدار مکمل طور پر ختم نہیں ہوا تھا، بلکہ صرف بعض علاقوں سے ختم ہوا تھا، یہاں تک کہ سن 132 ہجری میں بنی عباس نے ان سے خلافت چھین لی۔

بنی امیہ کی حکومت کی مجموعی مدت بانوے (92) سال بنتی ہے، اور یہ مدت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے، کیونکہ ہزار مہینے دراصل تراسی (83) سال اور چار مہینے بنتے ہیں۔

قرینہ نمبر 3:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت کرتے ہیں:

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى ضَعْفِ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّهُ سِيْقَ لِذَمِّ دَوْلَةِ بَنِيْ أُمَيَّةَ وَلَوْ أُرِيْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهٰذَا السِّيَاقِ فَإِنَّ تَفْضِيْلَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ عَلَى أَيَّامِهِمْ لَا يَدُلُّ عَلَى ذَمِّ أَيَّامِهِمْ فَإِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ شَرِيْفَةٌ جِدًّا وَالسُّوْرَةَ الْكَرِيْمَةَ إِنَّمَا جَاءَتْ لِمَدْحِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَكَيْفَ تُمْدَحُ بِتَفْضِيْلِهَا عَلَى أَيَّامِ بَنِيْ أُمَيَّةَ الَّتِيْ هِيَ

[164] تفسیر ابن کثیر: ج4 ص686 تحت سورۃ القدر

مَذْمُوْمَةٌ، بِمُقْتَضٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ؟[165]

ترجمہ: اور اس حدیث کے ضعیف ہونے پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ اسے بنی امیہ کی حکومت کی مذمت کے لیے پیش کیا گیا ہے، حالانکہ اگر واقعی یہی مقصد ہوتا تو بات اس طرح نہ کہی جاتی۔ کیونکہ لیلۃ القدر کو بنو امیہ کے دور پر فضیلت دینا، اس دور کی مذمت پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ لیلۃ القدر نہایت ہی باعظمت اور نہایت ہی بافضیلت رات ہے۔ اور یہ عظیم سورۃ دراصل لیلۃ القدر کی مدح کے لیے نازل ہوئی ہے۔ تو پھر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ لیلۃ القدر کی مدح اس انداز میں کی جائے کہ اسے بنی امیہ کے ان دنوں پر ترجیح دے کر بیان کیا جائے جنہیں اس حدیث کے مضمون کے مطابق مذموم قرار دیا جا رہا ہو؟

قرینہ نمبر4:

امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت کرتے ہیں:

ثُمَّ الَّذِيْ يُفْهَمُ مِنْ وِلَايَةِ الْأَلْفِ شَهْرٍ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْآيَةِ هِيَ أَيَّامُ بَنِيْ أُمَيَّةَ وَالسُّوْرَةُ مَكِّيَّةٌ، فَكَيْفَ يَحَالُ عَلٰى أَلْفِ شَهْرٍ هِيَ دَوْلَةُ بَنِيْ أُمَيَّةَ وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهَا لَفْظُ الْآيَةِ وَلَا مَعْنَاهَا وَالْمِنْبَرُ إِنَّمَا صُنِعَ بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مُدَّةٍ مِنَ الْهِجْرَةِ فَهٰذَا كُلُّهُ مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى ضَعْفِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَنِكَارَتِهِ.[166]

ترجمہ: پھر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت میں مذکور ہزار مہینے سے مراد بنی امیہ کے دن لیے گئے ہیں، حالانکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزار مہینے سے بنی امیہ کی حکومت مراد لی جائے؟ نہ آیت کے الفاظ اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور نہ ہی اس کا مفہوم۔ اور جو منبر ذکر ہوا ہے، وہ تو مدینہ میں ہجرت کے کچھ عرصے بعد بنایا گیا تھا۔ یہ سب باتیں اس حدیث کے ضعف اور منکر ہونے کی دلیل ہیں۔

ان دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ روایت ضعیف، اور منکر ہے۔ لہٰذا ایسی ضعیف اور منکر روایت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دو مومنین کو رسوا کرنے والا کہنا قطعا درست نہیں ہے۔

[165] تفسیر ابن کثیر: ج4ص686 تحت سورۃ القدر

[166] تفسیر ابن کثیر: ج4ص686 تحت سورۃ القدر

اعتراض نمبر:7

کثرت سے طلاق دینا

امام ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلاذری رحمہ اللہ (ت 279ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ قَالَ: أَحْصَنَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تِسْعِيْنَ امْرَأَةً فَقَالَ عَلِيٌّ: لَقَدْ تَزَوَّجَ الْحَسَنُ وَطَلَّقَ حَتّٰى خِفْتُ أَنْ يَّجِيْءَ بِذٰلِكَ عَلَيْنَا عَدَاوَةَ أَقْوَامٍ. [167]

ترجمہ: حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے 90 عورتوں سے نکاح کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نکاح کرتے ہیں اور طلاق دیتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس وجہ سے بعض قوموں (قبیلوں) سے ہماری دشمنی نہ ہو جائے۔

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ کثرت سے نکاح کرتے اور طلاق دیتے تھے حالانکہ طلاق دینا شریعت میں ناپسندیدہ عمل ہے۔

جواب:

کثرتِ نکاح اور کثرتِ طلاق کی ممانعت تب ہے جب انسان محض شہوت کو پورا کرنے کے لیے بار بار نکاح کرے اور طلاقیں دیتا رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس سے یکسر مختلف تھا۔ آپ کا نکاح کرنا اس لیے تھا کہ زیادہ سے زیادہ خاندانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے نسبت حاصل ہو۔

1: ابو القاسم علی بن ابی محمد الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف ابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ لَا تُزَوِّجُوا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ مِطْلَاقٌ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ هَمْدَانَ: وَاللهِ لَنُزَوِّجَنَّهُ فَمَا رَضِيَ أَمْسَكَ، وَمَا كَرِهَ طَلَّقَ. [168]

---

[167] انساب الاشراف: ج3 ص26 رقم الحدیث 36

[168] تاریخ مدینہ دمشق ج13 ص249 تحت الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد محمد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ! حسن بن علی (سے اپنی بیٹیوں کا) نکاح نہ کرو، کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے آدمی ہیں۔ تو (قبیلہ) ہمدان کے ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور ان سے نکاح کرائیں گے، جو (لڑکی) انہیں پسند ہو اسے (اپنے نکاح میں) رکھ لیں اور جو ناپسند ہو اسے طلاق دے دیں۔

2: علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: يَا أَهْلَ الْكُوْفَةِ لَاتُزَوِّجُوا الْحَسَنَ فَإِنَّهُ رَجُلٌ مِطْلَاقٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ هَمْدَانَ: وَاللهِ لَنُزَوِّجَنَّهُ فَمَا رَضِيَ أَمسَكَ وَمَا كَرِهَ طَلَّقَ. [169]

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کوفہ والو حسن بن علی سے اپنی عورتوں کا نکاح نہ کراؤ، کیونکہ وہ بہت طلاق دینے والے شخص ہیں۔ تو ہمدان کے ایک شخص نے کہا: خدا کی قسم ہم ضرور ان سے نکاح کرائیں گے۔ پھر اگر وہ چاہیں تو اسے اپنے پاس روک لیں اور اگر چاہیں تو اسے طلاق دے دیں۔

3: فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1416ھ) لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرا یہ لڑکا طلاق دیتا ہے، لہٰذا تم لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی اس سے مت کرو اور یہ منع فرمانا بھی امیر المؤمنین کی حیثیت سے حکم کے درجے میں نہیں تھا، بلکہ مشورہ کے درجے میں تھا، لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر والد کی نافرمانی اور دوسرے لوگوں پر امیر کی اطاعت نہ کرنے کا اعتراض غلط ہے۔ طلاق ناپسندیدہ ہے، لیکن جس مقصد کے لیے یہاں طلاق کا تذکرہ آیا ہے وہ مقصد ایسا وزنی ہے کہ اس کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار فرمایا، کما صرح بہ السیوطی وغیرہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند[170]

---

[169] تاریخ الخلفاء: ص151 تحت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

[170] فتاویٰ محمودیہ: ج13 ص نمبر 595 کتاب الطلاق، باب المتفرقات

اعتراض نمبر:8

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار کرنا

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد الہاشمی المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ:... وَلَقَدْ قُبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي عُرِجَ فِيهَا بِرُوحِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ.[171]

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: بے شک اُن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی وفات اُس رات کو ہوئی جس رات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی روح آسمان پر اٹھائی گئی تھی یعنی رمضان کی ستائیسویں رات کو۔

اس روایت کو بنیاد کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے قائل نہیں تھے بلکہ ان کی وفات کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

جواب نمبر1:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس کلام میں "بروحِ عیسی ابنِ مریم" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محض روح نہیں ہے، بلکہ اس سے ان کا رفعِ جسمانی ہی مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جسم سمیت آسمان کی طرف اٹھایا ہے۔ باقی "روح" کے لفظ کا استعمال یہاں محض اس بنا پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب "روحُ اللہ" ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی ان کا تذکرہ اسی لقب سے کیا گیا ہے۔

﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾[172]

ترجمہ: بے شک مسیح عیسیٰ ابن مریم؛ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا، اور اس

[171] الطبقات الکبریٰ ج3 ص27 ذکر عبد الرحمٰن بن ملجم المرادی وبیعتہ

[172] سورۃ النساء: 171

کی روح ہیں۔

لہٰذا اس تصریح سے واضح ہوا حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کے قائل تھے، اور "روح" کا اِطلاق یہاں محض ان کے معروف لقب کی وجہ سے کیا تھا۔

جواب نمبر2:

اگر اس روایت کے الفاظ پر غور کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے لفظ استعمال ہوا "قُبِضَ" جس کا معنیٰ ہوتا ہے "وفات" جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے لفظ استعمال ہوا "عُرِجَ" جس کا معنیٰ ہوتا ہے "اٹھانا، اوپر جانا"۔

الفاظ کے چناؤ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع الی السماء کے قائل تھے۔

مزید ایک اور روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیسابوری رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحُرَيْثُ بْنُ مَخْشِيٍّ، أَنَّ عَلِيًّا قُتِلَ صَبِيحَةَ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ: فَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُوْلُ وَهُوَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ مَنَاقِبَ عَلِيٍّ فَقَالَ: قُتِلَ لَيْلَةَ أُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ وَلَيْلَةَ أُسْرِيَ بِعِيسَى وَلَيْلَةَ قُبِضَ مُوسٰى. [173]

ترجمہ: حُریث بن مَخشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ 21 رمضان کی صبح شہید کیے گئے۔ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ وہ اس رات شہید کیے گئے جس رات قرآن نازل ہوا تھا، اور اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھایا گیا، اور اسی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

روایتِ بالا کے الفاظ پر غور کیا جائے تو اس میں مختلف شخصیات کے لیے مختلف الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

---

[173] المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص121 رقم الحدیث 4742 قتل علی لیلۃ انزل القرآن

1: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے "قُتِلَ" (شہید کیے گئے)، جو صراحتاً شہادت پر دلالت کرتا ہے۔

2: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے "قُبِضَ" (قبض کر لیے گئے) کا لفظ آیا ہے، جو وفات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

3: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے "أُسْرِيَ" (سیر کرائے گئے / لے جائے گئے) کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو معنٰی کے اعتبار سے "زندہ حالت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیے جانے" کے معنی میں آتا ہے، نہ کہ "وفات" کے معنی میں۔

قرآنِ کریم میں بھی یہی لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا گیا ہے:

﴿فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾[174]

ترجمہ: آپ اپنے ساتھ ایمان والوں کو لے کر رات کے ایک حصے میں نکلیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا﴾[175]

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ "اسراء" کا لفظ "وفات" کے لیے نہیں بلکہ "زندہ سفر کرنے" یا "منتقل ہونے" کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا زیرِ بحث روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس لفظ کا اختیار کیا جانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہاں ان کی وفات مراد نہیں، بلکہ ان کا زندہ آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا (رفعِ جسمانی) ہی مراد ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اسی کے قائل تھے۔

---

[174] سورۃ ہود: 81

[175] سورۃ الإسراء: 1

اعتراض نمبر:9

جنازہ میں سات تکبیرات کہنا

امام ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

كَبَّرَ عَلَيْهِ الْحَسَنُ سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ. [176]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔

مذکورہ بالا عبارت کی بنیاد پر یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ آپ جنازہ میں سات تکبیرات کے قائل تھے۔

جواب:

نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق تکبیرات کی تعداد کے حوالے سے آپ کے بارے دو قسم کی روایات ملتی ہیں: ایک میں 4 تکبیرات اور دوسری میں 7 تکبیرات کا ذکر ہے۔ چار تکبیرات کے ساتھ جنازہ پڑھانے پر دلیل یہ ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَلّٰى عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ. [177]

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور چار تکبیریں کہیں۔

سات تکبیرات کے ساتھ جنازہ پڑھانے والی روایت کے بجائے چونکہ چار تکبیرات والی روایت جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے موقف کے مطابق ہے، اس لیے اسی کو راجح قرار دیا جائے گا۔

---

[176] الکامل فی التاریخ: ج3 ص392 ذکر مقتل امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[177] الطبقات الکبریٰ: ج3 ص27 ذکر عبد الرحمٰن بن ملجم المرادی وبیعۃ علی

اعتراض نمبر:10

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شمار کرنا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَفِينَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ. ثُمَّ قَالَ لِي سَفِيْنَةُ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: وَخِلَافَةَ عُمَرَ وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ عَلِيٍّ، فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِيْنَ سَنَةً. [178]

ترجمہ: سعید بن جُمہان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خلافت میری امت میں 30 سال تک رہے گی، پھر اس کے بعد بادشاہت آجائے گی۔“ پھر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: حضرت ابوبکر کی خلافت کو شمار کرو! اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کو شمار کرو! پھر فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حساب لگاؤ! تو ہم نے خلافت کی مدت کو تیس سال ہی پایا۔

اس میں چونکہ خلافت کی مدت تیس سال بیان کی گئی ہے اور تیس سال کا عرصہ تب مکمل ہو سکتا ہے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں شمار کیا جائے، لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔ نیز یہ بھی کہ وہ ”خلیفہ“ ہیں کہ بارِ خلافت ان کے کندھوں پر آیا ہے اور ”راشد“ بھی ہے کیونکہ قرآن کریم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”راشد“ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أُولَٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (٧)﴾ [179]

لہٰذا آپ کو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں شمار کیا جائے گا۔

---

[178] جامع الترمذی: رقم الحدیث 2226

[179] سورۃ الحجرات: 7

جواب نمبر1:

جب ہم "خلافتِ راشدہ" اور "خلفائے راشدین" کہتے ہیں تو اس کا لغوی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ "خلافتِ راشدہ" اور "خلفائے راشدین" شریعت کی خاص اصطلاحات ہیں۔

"خلافتِ راشدہ" کی اصطلاح سے مراد "خلافتِ راشدہ موعودہ فی القرآن" ہے یعنی ایسی خلافت جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے۔ اور قران کریم میں جس خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا مصداق صرف خلفائے راشدین (چاروں خلفاء حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہم ہیں) ان چاروں کے علاوہ کوئی اور اس کا مصداق نہیں۔ اسی طرح "خلفائے راشدین" سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے بارے میں آیتِ استخلاف میں اللہ نے خلافت کا وعدہ کیا اور وہ پانچ یا سات نہیں بلکہ چار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (٥٥) ﴾[180]

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کیے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے لیے اس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان شمار ہوں گے۔

اس آیت میں دو باتیں ملحوظ ہیں۔ "اٰمَنُوْا" (صیغہ ماضی) اور "مِنْكُمْ" (ضمیر حاضر) یعنی جو ایمان لا چکے ہوں اور خطاب کے وقت موجود ہوں۔ معلوم ہوا کہ خلافت کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو نزولِ آیت کے وقت

[180] سورۃالنور:55

موجود تھے اور نزول سے پہلے ایمان بھی لا چکے تھے۔ خلفائے اربعہ؛ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہی وہ حضرات ہیں جن میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں کہ یہ چاروں نزول آیت کے وقت موجود تھے اور ایمان لا چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضرت حسن اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس وقت نا بالغ تھے۔ اس لیے یہ حضرات خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہوں گے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) فرماتے ہیں:

فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى صِحَّةِ إِمَامَةِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ أَيْضًا لِأَنَّ اللهَ اسْتَخْلَفَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَمَكَّنَ لَهُمْ كَمَا جَاءَ الْوَعْدُ۔ [181]

ترجمہ: یہ آیت خلفائے اربعہ کی امامت (وخلافت) کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس وعدہ کے مطابق انہی چار کو اللہ تعالیٰ نے خلافت وحکومت عطا فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ "خلافت راشدہ" اور "خلفائے راشدین" شرعی اصطلاحات ہیں۔ "خلفائے راشدین" سے مراد وہ چار خلفاء کرام ہیں جن کی خلافت کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور "خلافت" سے مراد چاروں کی خلافت ہے۔

اشکال:

ذکر کردہ روایت میں خلافت کی مدت تیس سال بیان کی گئی ہے۔ اجمالی نقشہ یہ ہے:

نمبر شمار	نام خلیفہ راشد	مدت خلافت
1	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	2سال، 3ماہ، 10دن
2	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	10سال، 5ماہ، 21دن
3	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	12سال، 11دن
4	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	4سال، 9ماہ

[181] احکام القرآن: ج16 ص260

اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ مدتِ خلافت تو 29 سال، 6 ماہ اور 12 دن بنتی ہے، تیس سال تو مکمل نہیں ہوتی۔ حقیقتاً 30 سال وارد نہیں۔

جواب نمبر 1:

"ثَلَاثُوْنَ سَنَةً" امر تقریبی ہے، امرِ تحقیقی نہیں۔ یعنی تقریباً تیس سال مراد ہیں۔

فائدہ: اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کو اس میں شامل کریں تو پھر مدت تیس سال سے بڑھ جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ مدت 30 سال اور 12 دن سے کچھ دن اوپر بنے گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس کو امرِ تقریبی پر محمول کر کے جمہور امت کے مسلک کو اختیار کیا جائے۔

جواب نمبر 2:

اسلاف امت نے خلفاء راشدین چار لکھے ہیں، ان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو شمار نہیں کیا۔ ذیل میں چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

1: امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَفْضِيْلًا لَهُ وَتَقْدِيْمًا عَلٰى جَمِيْعِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالْأَئِمَّةُ الْمُهْتَدُوْنَ الَّذِيْنَ قَضَوْا بِالْحَقِّ وَكَانُوْا بِهٖ يَعْدِلُوْنَ. [182]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت مانتے ہیں کیونکہ آپ ہی پوری امت میں سب سے افضل اور مقدم ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے ہیں۔ یہی چار خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ امام ہیں جنہوں نے برحق فیصلے کیے اور حق وراستی سے اپنی ذمہ داریاں نبھائی۔

---

[182] العقیدۃ الطحاویۃ: ص 32

:2　امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَدْ اَجْمَعُوا عَلٰی تَقْدِیمِ أَبِي بَکْرٍ ثُمَّ نَصَّ أَبُو بَکْرٍ عَلٰی عُمَرَ ثُمَّ أَجْمَعُوا بَعْدَہٗ عَلٰی عُثْمَانَ ثُمَّ عَلٰی عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْھُمْ. [183]

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ بنانے پر اجماع کیا، پھر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا۔ ان کے بعد حضرت عثمان کی خلافت پر اجماع ہوا اور پھر حضرت علی کی خلافت پر بھی اجماع ہوا۔

:3　امام ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد النسفی ثم السمرقندی رحمہ اللہ (ت 537ھ) لکھتے ہیں:

وَأَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ نَبِیِّنَا أَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ عُمَرُ الْفَارُوْقُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَیْنِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ عَلِيٌّ الْمُرْتَضٰی رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ وَخِلَافَتُھُمْ ثَابِتَۃٌ عَلٰی ھٰذَا التَّرْتِیْبِ أَیْضًا. [184]

ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد سب سے افضل حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان چار حضرات کی خلافت کی بھی یہی ترتیب ہے۔

:4　امام ابو محمد محی الدین عبد القادر بن ابو صالح عبد اللہ الجیلانی البغدادی رحمہ اللہ (ت 561ھ) لکھتے ہیں:

وَأَفْضَلُ الْأَرْبَعَۃِ؛ أَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَلِھٰؤُلَاءِ الْأَرْبَعَۃِ الْخِلَافَۃُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً وَلِيَ مِنْھُمْ أَبُوْبَکْرٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ سَنَتَیْنِ وَشَیْئًا، وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ عَشْرًا وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ اثْنَتَيْ عَشْرَۃَ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ سِتًّا ثُمَّ وَلِیَھَا مُعَاوِیَۃُ تِسْعَ عَشْرَۃَ سَنَۃً وَکَانَ قَبْلَ ذٰلِکَ وَلَّاہُ عُمَرُ الْإِمَارَۃَ عَلٰی أَھْلِ الشَّامِ عِشْرِیْنَ سَنَۃً وَخِلَافَۃُ

[183] الاقتصاد فی الاعتقاد: ص79

[184] العقائد النسفیۃ: ص25

الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ كَانَتْ بِاخْتِيَارِ الصَّحَابَةِ وَاتِّفَاقِهِمْ وَرِضَاهُمْ وَلِفَضْلِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِيْ عَصْرِهِ وَزَمَانِهِ عَلٰى مَنْ سِوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ تَكُنْ بِالسَّيْفِ وَالْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ وَالْأَخْذِ مِمَّنْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ. [185]

ترجمہ: ان چاروں خلفائے راشدین میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ خلافت تیس سال رہی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور کچھ مہینے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دس سال، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چھ سال رہی۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، جو انیس سال رہے اور اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا گورنر مقرر کیا تھا جس کی مدت بیس سال تھی۔ چاروں خلفائے راشدین کی خلافت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی مشورے، اتفاقِ رائے اور رضامندی سے ہوئی اور ان میں سے ہر ایک اپنے زمانے میں دوسرے تمام صحابہ سے افضل تھا۔ ان کی خلافت تلوار، زبردستی، غلبے یا کسی افضل شخصیت سے چھین کر حاصل نہیں کی گئی تھی۔

5: امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت1176ھ) لکھتے ہیں:

وَأَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ إِمَامٌ حَقٌّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. [186]

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق ہیں، پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

[185] الغنیۃ لطالبی طریق الحق: ج1 ص110

[186] العقیدۃ الحسنۃ: ص24